تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال
تحریر
طارق انور مصباحی
ناشر
اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(افرء یت من اتخذ الٰہہ ہواہ واضلہ اللہ علیٰ علم)

(سورہ جاثیہ: آیت 23)

من شک سے متعلق جدید مغالطہ کی نقاب کشائی

تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

اسم رسالہ: تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال

تالیف: طارق انور مصباحی

سال اشاعت: صفر المظفر 1444

ستمبر 2022

بروز عرس امام اہل سنت قدس سرہ العزیز

تعداد صفحات: ایک سو چھ (106)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

عصر حاضر میں یہ مغالطہ بہت مشہور ہے کہ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول صرف تکفیر کلامی میں استعمال کیا جاتا ہے، اور اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں خاتم الفلاسفہ مجاہد آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے ''من شک'' کا اصول استعمال فرمایا ہے، لہٰذا تحقیق الفتویٰ میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی کی گئی ہے، نہ کہ تکفیر فقہی۔

ہم نے متعدد مضامین ورسائل میں مذکورہ مغالطہ کا رد کیا ہے۔ تکفیر فقہی میں بھی ''من شک'' کا اصول استعمال کیا جاتا ہے۔ صدی سوم میں خلق قرآن کے قائلین (معتزلہ، جہمیہ وغیرہ) کی تکفیر میں ''من شک'' کا اصول استعمال کیا گیا۔ رسالہ حاضرہ میں اسلاف کرام کے چودہ اقوال پیش کیے گئے ہیں، جن میں تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال ہوا ہے۔

باب اول: فصل چہارم میں بارہ اقوال اور فصل پنجم میں دو قول منقول ہیں۔

اگر کسی کو غلط فہمی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے اپنی ہدایت کے لیے دعا کرتا رہے۔ جب ہم دنیا وآخرت کی بھلائیاں اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں تو ہدایت بھی طلب کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت وتوفیق عطا فرمائے۔ جو لوگ حقائق سے واقف وآشنا ہو کر بھی غلط نظریہ پر اصرار کرتے ہیں، ان کا ہدایت کو پالینا مشکل ہے: خودکردہ را علاجے نیست

یہ ذہن نشیں رہے کہ مرنے کے بعد دنیا کی طرف واپسی نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کب موت آ جائے، لہٰذا ہر وقت اپنی اصلاح کی کوشش میں لگے رہیں: واللہ الموفق والہادی

الحمد للہ رب العلمین: والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین:: وآلہ واصحابہ اجمعین

طارق انور مصباحی

25: صفر المظفر 1444 مطابق 23: ستمبر 2022 = بروز: جمعہ مبارکہ

باب اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وجنودہ

تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال

مجاہد آزادی خاتم الفلاسفہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی چشتی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی میں ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال فرمایا ہے۔

''من شک'' کے اصول کا استعمال تکفیر فقہی اور تکفیر کلامی دونوں میں ہوتا ہے۔

جب 1324 مطابق 1906 میں حرمین طیبین سے حسام الحرمین میں قادیانی اور فرقہ دیوبندیہ کے عناصر اربعہ کے لیے حکم کفر آیا تو دیابنہ اپنے دفاع کے واسطے کمربستہ ہو گئے۔ خلیل احمد انبیٹھوی نے ''المہند علی المفند'' لکھی۔ اشرف علی تھانوی نے کسی کی معرفت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا۔

دیوبندیوں کا قدیم اعتراض ہے کہ علمائے حرمین طیبین نے دیوبندیوں کے لیے بھی ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا اصول استعمال فرمایا، اور حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے بھی اسماعیل دہلوی کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال فرمایا اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں مانتے ہیں تو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز پر کیا شرعی حکم وارد ہوگا؟

دراصل دیوبندیوں نے سمجھا کہ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول صرف تکفیر کلامی میں استعمال ہوتا ہے، اس اعتبار سے اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں ماننے والا بھی کافر ہوگا۔

اس وقت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے ''الموت الاحمر'' میں تفصیل سے جواب تحریر فرمایا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علمائے کرام اسماعیل دہلوی کو کافر کہتے ہیں، وہ

اس کو کافر فقہی کہتے ہیں اور جو اس کو کافر نہیں کہتے ہیں تو وہ اسے کافر کلامی نہیں کہتے ہیں، پس قائلین تکفیر اور قائلین عدم تکفیر کے درمیان کوئی معنوی اختلاف نہیں۔حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی فرمائی تھی، اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے بھی اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی فرمائی، پس اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی میں دونوں عالموں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور دیوبندیوں کی تکفیر کلامی ہوئی ہے۔

عہد حاضر میں بعض سنی نوجوان بھی یہ سمجھنے لگے کہ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول صرف تکفیر کلامی میں استعمال ہوتا ہے، لہٰذا دہلوی کی تکفیر، تکفیر فقہی نہیں، بلکہ تکفیر کلامی تھی۔اس بحث میں تفصیل مرقوم ہے کہ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول تکفیر فقہی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد دوہر نیاں سینگیں نہ لڑائیں گی۔

فصل اول

من شک کا اصول اور فقہا و متکلمین

تکفیر کلامی میں ''من شک'' کا اصول استعمال ہو تو اس کا مفہوم ہے کہ جو اس کے کافر کلامی ہونے میں شک کرے، وہ اسی طرح کافر کلامی ہے۔

تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا اصول استعمال ہو تو اس کا مفہوم ہے کہ جو اس کے کافر فقہی ہونے میں شک کرے، وہ اسی طرح کافر فقہی ہے۔

متکلمین نہ کافر فقہی کے کافر فقہی ہونے میں شک کرتے ہیں، نہ کفر فقہی کے کفر فقہی ہونے میں شک کرتے ہیں، بلکہ کفر فقہی کا لقب بدل دیتے ہیں، وہ کافر فقہی کو گمراہ کہتے ہیں، کیوں کہ وہ صرف کافر کلامی کو کافر کہتے ہیں۔

وہ کافر فقہی کے بارے میں اس طرح کہتے ہیں کہ یہ گمراہ ہے جو اس کو گمراہ نہ مانے، وہ بھی اسی طرح گمراہ ہے۔یہ صرف تعبیر واصطلاح کا فرق ہے۔یہ لفظی اختلاف ہے۔

امید یہی ہے کہ سب سے پہلے خلق قرآن کے قائلین کے لیے ''من شک'' کا استعمال ہوا ہے۔مسئلہ خلق قرآن کے سبب سے علم عقائد کا نام علم کلام ہوا،یعنی ایسا علم جس میں کلام اللہ سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔معتزلہ نے عباسی بادشاہ مامون رشید کے زمانے میں خلق قرآن کا مسئلہ اٹھایا اور کئی بادشاہوں کے زمانے تک معتزلہ کا فتنہ جاری رہا۔

الحاصل متکلمین جب ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا اصول استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ملزم دائرۂ اسلام سے بالکل خارج ہے،جیسے یہود ونصاریٰ وغیرہ۔

تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت کفری معنی میں صریح متعین نہیں ، بلکہ صریح متبین ہے،لہٰذا دہلوی کا فر فقہی قطعی قرار پایا،اور فقہا کے اصول کے مطابق ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال کیا گیا۔کافر فقہی قطعی کو متکلمین گمراہ کہتے ہیں۔

کافر فقہی سے متعلق فقہا کہیں گے کہ یہ ملزم کافر فقہی ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے،تو وہ بھی کافر فقہی ہے۔اسی شخص سے متعلق متکلمین اس طرح کہیں گے کہ یہ ملزم گمراہ ہے، جو اس کی گمر ہی میں شک کرے تو وہ بھی گمراہ ہے۔یہ محض اصلاح وتعبیر کا فرق ہے۔

صرف اس ملزم کا لقب بدل جاتا ہے،لیکن کافر فقہی کے لیے فقہا جو احکام یعنی توبہ ،تجدید ایمان ، وتجدید نکاح کے احکام بیان کرتے ہیں، متکلمین ان احکام کا انکار نہیں کرتے کہ یہاں توبہ،تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت نہیں ، بلکہ وہ صرف ملزم کا لقب بدل دیتے ہیں، کیوں کہ متکلمین کی اصطلاح ہے کہ وہ صرف کافر کلامی کو کافر کہتے ہیں۔فقہائے کرام کافر کلامی اور کافر فقہی دونوں کو کافر کہتے ہیں: لامناقشۃ فی الاصطلاح۔

اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتیں کفریہ معانی میں صریح متعین ومفسر اور قطعی بالمعنی الاخص ہیں،اس لیے ان لوگوں کی تکفیر کلامی ہوئی ،اور''من شک'' کا اصول متکلمین کے مذہب کے مطابق استعمال ہوا۔اس کا مفہوم یہ ہوا کہ یہ لوگ دین اسلام سے بالکل خارج

ہیں۔جوشخص ان لوگوں کے کفریہ عقائد اور حکم کفر پر مطلع ہو کر ان لوگوں کے دین اسلام سے بالکل خارج ہونے میں شک کرے، وہ بھی انہیں کی طرح دین اسلام سے بالکل خارج ہے۔

ایک مثال کے ذریعہ ''من شک'' کی تفہیم

ایک دیہات میں سب لوگ مزدور ہیں،لیکن ایک دیہاتی سرکاری ملازم ہے۔مزدور لوگ مہینہ میں دس ہزار کماتے ہیں،اور سرکاری ملازم کی ماہانہ تنخواہ پچاس ہزار ہے تو سرکاری ملازم کو اس دیہات میں دوسروں کی بہ نسبت مالدار مانا جائے گا،اور مزدوروں کو غریب۔

ایک شہر ہے، جہاں سب لوگ تاجر ہیں،لیکن ایک شہری سرکاری ملازم ہے۔تاجر لوگ روزانہ پچاس ہزار کماتے ہیں اور سرکاری ملازم کی ماہانہ تنخواہ پچاس ہزار ہے تو سرکاری ملازم کو اس شہر میں دوسروں کی بہ نسبت غریب مانا جائے گا،اور تاجروں کو مالدار مانا جائے گا۔

پچاس ہزارہ ملازم دیہات میں مالدار ہے،اور شہر میں غریب۔تاجر لوگ شہر میں بھی مالدار ہیں اور دیہات آ جائیں تو وہاں بھی مالدار کہلائیں گے۔

اسی طرح کافر فقہی فقہا کے یہاں کافر اور متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔

کافر کلامی متکلمین کے یہاں بھی کافر اور فقہا کے یہاں بھی کافر ہے۔

دیہاتیوں کی اصطلاح میں پچاس ہزار مشاہرہ پانے والے ملازم کو اگر کوئی غریب کہتا ہے تو وہ غلط ہے۔اسی طرح فقہا کی اصطلاح میں کافر فقہی کو کوئی مومن کہے تو وہ غلط ہے۔

شہر میں پچاس ہزار مشاہرہ پانے والے ملازم کو اگر کوئی مالدار کہے تو غلط ہے۔اسی طرح متکلمین کی اصطلاح میں کافر فقہی کو کوئی کافر کہے،یعنی کافر کلامی کہے تو غلط ہے۔

ہاں،جس طرح تاجر لوگ شہریوں کے یہاں بھی مالدار ہیں اور دیہاتیوں کے یہاں بھی مالدار ہیں۔اسی طرح کافر کلامی فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں کافر ہیں۔فقہا و متکلمین دونوں اپنی خاص اصطلاح کے مطابق ''من شک'' کا اصول استعمال کرتے ہیں۔کبھی ایک

لفظ یا ایک اصطلاح کے معانی ومفاہیم متعدد طبقات کے یہاں جداگانہ ہوتے ہیں۔

’’من شک‘‘ کا جدید اختراعی معنی

عہد حاضر میں بعض لوگوں نے ’’من شک‘‘ کی جدید تاویل گڑھ لی ہے کہ جس کی تحقیق میں ملزم کافر ہے، وہ کافر نہ مانے تو کافر ہے، اور جس کی تحقیق میں وہ کافر نہیں، وہ کافر نہ مانے تو کافر نہیں۔ان لوگوں سے عرض ہے کہ کافر کلامی کے لیے صرف ’’من شک‘‘ کا استعمال وارد نہیں، بلکہ کتاب الشفا وغیرہ میں کافر کلامی کے لیے یہ بھی وارد ہے کہ یہ اسی طرح کافر ہے، جیسے یہود ونصاریٰ ۔وہاں تاویل کی گنجائش ہی نہیں ۔جب وہ یہود ونصاریٰ کی طرح کافر ہے تو سب پر لازم ہے کہ اس کو کافر مانے ۔جس طرح یہود ونصاریٰ مومن نہیں تو سب لوگ اس کو کافر مانتے ہیں۔کوئی بھی نہیں کہتا کہ جس کی تحقیق میں یہود ونصاریٰ کافر ہیں، وہ کافر مانے ،اور جس کی تحقیق میں یہود ونصاریٰ مومن ہیں، وہ مومن مانے۔

اسی طرح کافر کلامی بھی مومن نہیں ،پس لازم ہے کہ سب لوگ اس کو کافر مانیں ۔ ہاں ،جس کو کسی خاص کافر کلامی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ،وہ لاعلمی کی حالت میں اس کافر کلامی کو مومن کہا تو معذور ہے ۔جیسے ہی عذر ختم ہوگا ،ویسے ہی حالت عذر کا حکم ختم ہو جائے گا۔عذر کا حکم عذر کے وجود تک ہی رہتا ہے۔

دراصل ’’من شک‘‘ کے اصول کا استعمال اس کفر کی تفہیم اور اس کے حکم کے بیان کے لیے ہوتا ہے کہ یہ اس درجہ کا کافر ہے۔اسی اصول کو فقہا کفر فقہی قطعی میں استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ہمارے یہاں اس درجے کا کافر ہے کہ جو اس کو کافر فقہی نہ مانے ،وہ بھی کافر فقہی ہے۔فقہا کے پاس ایک دوسرا کفر فقہی بھی ہے جو کفر فقہی ظنی ہے۔یہ کفر ظنی اجتہادی ہے۔بعض فقہا کے یہاں بعض صورت میں کفر ثابت ہوتا ہے ،بعض کے یہاں ثابت نہیں ہوتا۔فقہائے کرام کفر فقہی ظنی میں ’’من شک‘‘ کا اصول استعمال نہیں

کرتے، کیوں کہ تمام فقہائے اسلام کا اس کے کفر ہونے پر اتفاق نہیں۔ فقہا جب کفر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال کریں تو مفہوم یہ ہے کہ یہ ملزم تمام فقہا کے یہاں متفق علیہ کا فر فقہی ہے۔ بعض صورتوں میں کفر فقہی ظنی بھی اجماعی ہوتا ہے۔ باب دوم میں تفصیل ہے۔

متکلمین وہاں کفر کلامی کا حکم دیتے ہیں، جہاں تمام طبقات کا اتفاق ہو، پس متکلمین جب ''من شک'' کا اصول استعمال کریں تو مفہوم یہ ہے کہ یہ ملزم تمام طبقات اسلامیہ کے یہاں کا فر ہے۔ اب وہ اس کی تفہیم کے لیے کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کی طرح کا فر ہے۔

کفر فقہی قطعی میں ''من شک'' کا استعمال ہوگا، لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ یہود ونصاریٰ کی طرح کا فر ہے، کیوں کہ کفر فقہی قطعی میں ملزم فقہا کے خاص اصول وضوابط کے اعتبار سے کا فر ہے۔ وہ نفس الامر میں اسلام سے من کل الوجوہ خارج نہیں، بلکہ کا فر فقہی کہنے کا مفہوم ہی یہ ہے کہ نفس الامر میں اس کا اسلام سے ضعیف سا تعلق باقی ہے۔

احادیث طیبہ میں اس درجہ کے گمراہ کو بھی کا فر کہا گیا ہے، اس لیے فقہا اس درجہ والے کو بھی کا فر کہتے ہیں، جیسے کا فر کلامی بھی گمراہ ہے، پس کبھی کا فر کلامی کو بھی گمراہ کہا جاتا ہے، گر چہ متعارف عرف یہی ہے کہ گمراہ سے وہ مراد ہوتا ہے جو کا فر کلامی نہ ہو۔

فصل دوم

حضرات صحابہ کرام اور تکفیر کلامی وتکفیر فقہی

(1) باب تکفیر میں اہل سنت وجماعت کے دو مذہب ہیں: مذہب متکلمین اور مذہب فقہا۔

(2) تکفیر کے دونوں مذاہب کا ماخذ قرآن مقدس کی آیات مقدسہ واحادیث طیبہ ہیں۔

(3) تکفیر کے دونوں طریقے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے منقول ہیں۔

(4) تکفیر کلامی وتکفیر فقہی کی اصطلاح حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد وضع ہوئی، لیکن دونوں طریق کار پر عہد رسالت سے عمل جاری تھا۔

(5) باب اعتقادیات میں اہل سنت وجماعت کے دو طبقے ہیں: ماتریدیہ واشعریہ۔

امام اہل سنت حضرت ابومنصور ماتریدی (238-333ھ) باب فقہیات میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔امام اہل سنت حضرت ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (260-324ھ) باب فقہیات میں حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔اس کی تفصیل: البرکات: رسالہ دوم: باب دوم میں ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ حسینی زبیدی بلگرامی نے رقم فرمایا: (**هذه المسائل التی تلقاها الامامان الاشعری والماتریدی هی اصول الائمة رحمهم اللّٰه تَعَالٰی فالاشعری بَنٰی کُتُبَه عَلٰی مسائل من مذهب الامامین مالک والشافعی– اخذ ذٰلک بوسائط فَاَیَّدَهَا وَهَذَّبَهَا–والماتریدی کذلک اَخَذَهَا من نصوص الامام ابی حنیفة وهی فی خمسة کُتُبٍ(۱)الفقه الاکبر (۲) والرسالة(۳) والفقه الا بسط(۴)و کتاب العلم والمتعلم(۵)والوصیة**)

(اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین: جلد دوم: ص13)

ترجمہ: یہ مسائل جن کو امام اشعری وامام ماتریدی نے اختیار کیا، وہ ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کے اصول ہیں، پس امام اشعری نے اپنی کتابوں کی بنیاد مذہب امام مالک ومذہب امام شافعی کے مسائل پر رکھی۔ان مسائل کو امام اشعری نے چند واسطوں سے حاصل کیا، پس ان کی تائید وتقویت کی اوران کو مہذب کیا۔اسی طرح امام ماتریدی نے ان مسائل کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات سے اخذ کیا اور یہ ارشادات پانچ کتابوں میں ہیں: (۱) فقہ اکبر (۲) رسالہ (۳) فقہ ابسط (۴) کتاب العلم والمتعلم (۵) وصیت۔

(4) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما باب تکفیر میں اسی مذہب پر تھے، جس کو آج مذہب متکلمین کہا جاتا ہے، یعنی امام ماتریدی وامام اشعری اور دیگر متکلمین اسلام نے باب تکفیر میں مذکورہ مجتہدین اسلام کے طریق کار کو اختیار فرمایا۔

امام ابن ہمام حنفی نے رقم فرمایا:(اِنَّ الْحُکْمَ بِکُفْرِ مَنْ ذَکَرْنَا مِنْ اَھْلِ الاھواء -مَعَ مَا ثَبَتَ عَنْ اَبِیْ حنیفۃ والشافعی رحمھم اللّٰہ من عدم تکفیر اھل القبلۃ من المبتدعۃ کلھم-محملہ ان ذلک المعتقد نفسہ کُفْرٌ- فَالْقَائِلُ بِہٖ قَائِلٌ بِمَا ھُوَ کُفْرٌ-وَاِنْ لَمْ یُکَفَّرْ بِنَاءً عَلٰی کَوْنِ قَوْلہ ذلک عن استفراغ وسعہ مُجْتَہِدًا فی طلب الحق)(فتح القدیر:جلد اول:ص304)

ترجمہ:ہمارے ذکر کردہ اہل بدعات کے کفر کا حکم (باوجودے کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمام اہل قبلہ مبتدعین کی عدم تکفیر ثابت ہے)،

اس کا معنی ہے کہ یہ عقیدہ فی نفسہ کفر ہے،پس اس کا قول کرنے والا کفر کا قول کرنے والا ہے،گرچہ ہم اس کی تکفیر نہ کریں اس بنیاد پر کہ اس کا وہ قول حق کی طلب میں کوشش کرتے ہوئے اپنی وسعت وقوت کو صرف کرنے کے ساتھ ہو۔

متکلمین اہل قبلہ مبتدعین کی تکفیر نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان کی تضلیل کرتے ہیں۔ فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین اہل قبلہ مبتدعین میں سے قطعیات (ضروریات اہل سنت/قطعیات غیر ضروریہ) کے منکر کی تکفیر فقہی کرتے ہیں،جیسے معتزلہ کی تکفیر،اوراجماعی عقائد(عقائد غیر قطعیہ) کے انکار پر تضلیل کرتے ہیں،جیسے فرقہ تفضیلیہ کی تضلیل۔

متکلمین جن کی تکفیر کرتے ہیں،وہ کفار کلامی بھی مبتدعین (اصحاب بدعت) ہیں، لیکن وہ اہل قبلہ نہیں، بلکہ من کل الوجوہ اسلام سے خارج اور امت دعوت میں سے ہیں،گرچہ وہ نماز وروزہ کے پابند ہوں۔اہل قبلہ بدعتی سے وہ مراد ہے جو اسلام میں داخل ہو،لیکن بعض اسلامی عقیدہ کو نہ ماننے کے سبب اہل سنت وجماعت سے خارج ہو۔

حضرات صحابہ کرام میں متکلمین کے پیشوا

عہد مرتضوی کے خوارج فقہی اصول کے مطابق کافر فقہی تھے،کیوں کہ مومن کو تاویل

فاسد کے سبب کافر کہنے والا کافر فقہی ہے۔ یہ خوارج مسئلہ تحکیم کے سبب شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کرتے تھے۔ابن ملجم خارجی نے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا، پھربھی شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کی تکفیر نہیں فرمائی، کیوں کہ ان کے عدم کفر کا احتمال بعید تھا۔

کسی ضروری دینی کا انکار کفر ہے، اسی طرح اسلام کو کفر مان کر کسی کی تکفیر کرنا کفر (کفر کلامی) ہے۔ یہ خوارج نہ کسی ضروری دینی کے منکر تھے، نہ ہی اسلام کو کفر قرار دے کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کر رہے تھے، بلکہ اپنے شبہہ کے سبب تکفیر کر رہے تھے۔ شبہہ کے سبب کسی مومن کو کافر کہنے میں احتمال بعید ہے کہ اس نے اسلام کو کفر یقین نہ کیا ہو، بلکہ کسی صحیح بات کے کفر ہونے کا وہم ہونے پر اس نے تکفیر کی ہو۔

دوسری جانب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو کافر قرار دے کر آگ میں جلا دیا جو لوگ ان کو خدا مانتے تھے۔ کسی مخلوق کو خدا ماننا کفر کلامی ہے، یعنی ایسا شخص من کل الوجوہ خارج اسلام ہے، لہٰذا الوہیت مرتضوی کے قائلین کی آپ نے تکفیر کی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو طریق کار مذکور ہوا کہ انہوں نے احتمال بعید کے سبب خوارج کی تکفیر نہیں فرمائی، اور الوہیت مرتضوی کے قائلین (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا ماننے والوں) کی تکفیر فرمائی، کیوں کہ وہاں عدم کفر کا احتمال بعید بھی نہیں تھا، پس مسئلہ تکفیر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذکورہ طریق کار کے عامل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین متکلمین کے پیشوا وقائد ہیں۔

حضرات صحابہ کرام میں فقہا کے پیشوا

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:(**قَدْ تَوَاتَرَ عن الصحابة والتابعين العظام والمجتهدين الاعلام عليهم الرضوان التام،**

اِکْفَارُ الْقَائِلِ بِخَلْقِ الکلام کَمَا نَقَلْنَا نُصُوْصًا کَثِیْرًا منهم فی(سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح)وَهُمُ الْقُدْوَةُ لِلْفُقَهَاءِ الْکِرَامِ فِیْ اِکْفَارِ کُلِّ مَنْ اَنْکَرَ قَطْعِیًّا– وَالْمُتَکَلِّمُوْنَ خَصُّوْهُ بالضروری–وهو الاحوط)

(المعتمد المستند :ص50:المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:حضرات صحابہ کرام،تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے قرآن مقدس کومخلوق ماننے والے کی تکفیر متواتر ہے،جیسا کہ ہم نے ان حضرات کے بہت سے اقوال سبحان السبوح میں نقل کیے،اور یہی حضرات امرقطعی کے ہرمنکر کی تکفیر کے باب میں فقہائے کرام کے پیشوا ہیں،اور متکلمین نے تکفیر کوضروری دینی کے ساتھ خاص کیا، اور یہ زیادہ احتیاط والا طریقہ ہے۔

دینی مسائل میں جو امور قطعی بالمعنی الاخص ہوں، وہ ضروریات دین میں سے ہیں اور جو مسائل قطعی بالمعنی الاعم ہوں،وہ ضروریات اہل سنت میں سے ہیں۔قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ قطعی بالمعنی الاخص نہیں،لہٰذا وہ ضروریات دین میں سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔قرآن مجید کومخلوق ماننے والا متکلمین کے یہاں گمراہ ہوگا اور فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہوگا، کیوں کہ فقہائے احناف قطعیات کے انکار پرتکفیر کرتے ہیں،خواہ وہ قطعی بالمعنی الاخص ہو یا قطعی بالمعنی الاعم۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ایک طبقہ خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر کرتا تھا،حالاں کہ قرآن مجید کوغیر مخلوق ماننا ضروریات دین میں سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے، پس یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مسئلہ تکفیر میں فقہائے کرام کے پیشوا وقائد ہیں۔

ہر امر دینی کی طرح اس امر میں بھی حضرات صحابہ کرام حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے متبع وپیروکار ہیں اور امت مسلمہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے پیروکار ہیں۔ارشاد نبوی(ما انا علیه و اصحابی) کا یہی معنی وعملی نمونہ ہے۔

فصل سوم

خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر فقہی

قرآن مقدس کومخلوق ماننا کفر فقہی ہے۔اس قول کے سبب معتزلہ اور جہمیہ کو کافر فقہی قرار دیا گیا۔حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں خلق قرآن کے قائلین کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال ہوتا تھا۔

قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں کہ وہاں تکفیر کلامی ہوسکے، بلکہ یہ عقیدہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔

قرآن مجید کومخلوق ماننے کے سبب معتزلہ،جہمیہ وغیرہ کی تکفیر فقہی کی گئی۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،لہٰذا آپ نے خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر کلامی نہیں فرمائی،نہ ہی وہ لوگ کافر کلامی ہیں، بلکہ کافر فقہی ہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں مرقوم ہے:(**من قال بخلق القرآن فهو كافر،كذا في الفصول العمادية**)(فتاویٰ عالمگیری)

ترجمہ:جوقرآن مجید کومخلوق کہے،وہ کافر ہے۔ایسا ہی فصول عمادیہ میں ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے حاشیہ میں رقم فرمایا:

(قوله:من قال بخلق القرآن فهو كافر)والصحيح لا)

(التعلیقات الرضویۃ علی الفتاوی الہندیہ:ص 57-صدیقی پبلشرز کراچی)

ترجمہ:مؤلف کا قول:جوقرآن مجید کومخلوق کہے،وہ کافر ہے،اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے متکلمین کا مذہب بیان فرمایا اور فتاویٰ ہندیہ

نے فقہائے کرام کا مذہب بیان فرمایا۔ متکلمین کا فرفقہی کو اپنی اصطلاح میں گمراہ کہتے ہیں، اور فقہائے کرام کی طرف نسبت کرتے ہوئے ملزم کو کافر فقہی ، بحکم فقہا کافر یا عند الفقہا کافر کہتے ہیں، جیسا کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر فقہی قرار دیا۔ وہ کافر کلامی نہیں تھا، پس تکفیر کلامی نہیں فرمائی۔

علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے بھی دہلوی کی تکفیر فقہی کی ہے، لیکن عہد حاضر میں بعض لوگوں کو کچھ شبہات ہو گئے ہیں۔ اگر اصحاب شبہات خود غور وفکر کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ شبہات دور ہو جائیں گے۔ تعنت وہٹ دھرمی کرنے والوں کا کوئی علاج نہیں۔ وہ لوگ سوفسطائیہ کی طرح بدیہیات کا انکار کرتے ہیں۔ سوفسطائیت مرض لاعلاج کا نام ہے۔

فصل چہارم

صدی سوم میں تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال

(1) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمایا: (قال ابو بکر بن عیاش: من قال: القرآن مخلوق فهو كافر – ومن شك في كفره فهو كافر)

(الورع للامام احمد بن حنبل: جلد اول ص 88 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابوبکر عیاش نے فرمایا: جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں کرے، وہ کافر ہے۔

(2) امام مسدد بن مسرہد بصری نے معتزلہ، جہمیہ وغیرہ کے فتنوں کے زمانے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند سوالات کیے۔ امام احمد بن حنبل نے جواب میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جو ''العقیدہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے رقم فرمایا:

(وآمركم أن لا تؤثروا على القرآن شيئا – فإنه كلام الله وما تكلم الله به فليس بمخلوق – وما أخبر به عن القرون الماضية فليس بمخلوق –

وما فی اللوح المحفوظ وما فی المصحف وتلاوۃ الناس وکیفما وصف فھو کلام اللّٰہ غیر مخلوق-فمن قال مخلوق فھو کافر باللّٰہ العظیم-ومن لم یکفرہ فھو کافر)

(العقیدۃ للامام احمد بن حنبل، روایت محدث خلال حنبلی:ص60-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ قرآن مجید پر کسی چیز کو ترجیح مت دو، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں، اور جس کلام کے ذریعہ قرون ماضیہ کی خبر دی، وہ مخلوق نہیں، اور جو لوح محفوظ میں ہے، وہ مخلوق نہیں۔ جو مصحف میں اور لوگوں کی تلاوت میں ہے، اور اس کا جو بھی وصف بیان کیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، غیر مخلوق ہے، پس جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا ہے، اور جو اس کو کافر نہ کہے، وہ کافر ہے۔

(3) امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے نقل فرمایا: **(عن سفیان بن عیینۃ یقول: القرآن کلام اللّٰہ عزوجل-من قال مخلوق فھو کافر-ومن شک فی کفرہ فھو کافر)** (کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل: جلد اول: ص112-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: قرآن مقدس اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(4) امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمایا:

(قال ھارون یعنی الفروی: القرآن کلام اللّٰہ، لیس بمخلوق-ومن قال مخلوق فھو کافر-ومن شک فی کفر الواقفہ فھو کافر)

(کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل: جلد اول ص173-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ہارون فروی نے فرمایا: قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مخلوق نہیں

ہے۔جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔
خلق قرآن کے مسئلہ میں توقف کرنے والوں کو واقفہ کہا جاتا ہے۔

(5) امام الجرح والتعدیل محدث ابن شاہین (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) نے نقل فرمایا:

(قال ابو خیثمة :ومن شک فی کفر الجهمیة فهو کافر)

(الکتاب اللطیف لابن شاہین: جلد اول ص 86 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابوخیثمہ نے فرمایا: جو فرقہ جہمیہ کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(6) امام الجرح والتعدیل محدث ابن شاہین نے رقم فرمایا:

(قال ابو خیثمة: ومن شک فی کفر الجهمیة فهو کافر)

(شرح مذاہب اہل السنۃ لابن شاہین: جلد اول ص 31 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابوخیثمہ نے فرمایا: جو فرقہ جہمیہ کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(7) محدث ابن بطہ عکبری حنبلی (۳۰۴ھ-۳۸۷ھ) نے رقم فرمایا: **(القرآن فیه معانی توحیده ومعرفة آیاته وصفاته واسمائه وهو علم من علمه غیر مخلوق ....ومن قال مخلوق او قال کلام اللّٰه ووقف اوشک اوقال بلسانه واضمره فی نفسه فهو باللّٰه کافر ،حلال الدم بریء من اللّٰه واللّٰه منه بریء—ومن شک فی کفره ووقف عن تکفیره فهو کافر)**

(الشرح والابانۃ علی اصول السنۃ والدیانۃ: جلد اول ص 186 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے معانی، اور اس کی آیات اور اس کی صفات طیبہ واسمائے مبارکہ کی معرفت ہے، اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علوم میں سے ایک علم ہے، وہ غیر مخلوق ہے، اور جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے، یا کہے: اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور توقف یا شک کرے، یا اپنی زبان سے مخلوق کہے اور اپنے دل میں وہی عقیدہ رکھے، پس وہ

اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا، مباح الدم اور اللہ تعالیٰ سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے، اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے اور اس کی تکفیر سے توقف کرے، وہ کافر ہے۔

خلافت عباسیہ کے متعدد خلفا کے عہد میں معتزلہ کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ وہ بعض خلفائے بنی عباس کو اپنی بداعتقادی کی طرف مائل کر چکے تھے۔ حکومت کی جانب سے لوگوں کو خلق قرآن کے عقیدہ پر مجبور کیا جاتا۔ اس عقیدہ کو نہ ماننے والوں کو بسا اوقات قتل بھی کر دیا جاتا۔ قتل وہلاکت کا خوف ہو تو محض زبان سے کفریہ کلام کہنے کی اجازت ہے۔

(**او قال بلسانه واضمره فی نفسه**) کا مفہوم یہ ہے کہ جو مجبوری کی حالت میں قرآن مقدس کو مخلوق کہے اور دل میں بھی وہی عقیدہ اختیار کر لے تو وہ بھی کافر ہے۔ مجبوری میں محض زبان سے کفریہ کلام کہنے کی رخصت ہے۔ کفریہ عقیدہ کو اختیار کرنے پر حکم کفر عائد ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:(**من کفر باللّٰہ بعد ایمانه الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرًا فعلیهم غضب من اللّٰہ ولهم عذاب عظیم**)(سورہ نحل: آیت 106)

(8) حافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ لالکائی طبری (م ۴۱۸ھ) نے رقم فرمایا:

(**عن ابی محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم قال:سألت ابی وابازرعة عن مذاهب اهل السنة فی اصول الدین وما ادرکا علیه العلماء فی جمیع الامصار–وما یعتقدان من ذلک–فقالا:ادرکنا العلماء فی جمیع الامصار حجازا وعراقا وشاما ویمنا–فکان من مذهبهم:الایمان قول وعمل یزید وینقص والقرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق بجمیع جهاته–** ....

......**ومن زعم ان القرآن مخلوق فهو کافر باللّٰہ العظیم کفرا ینقل عن الملة–ومن شک فی کفره ممن یفهم فهو کافر**)

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ: جلد اول: ص 181 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابومحمد عبد الرحمٰن بن حاتم رازی نے فرمایا: میں نے اپنے والد امام الجرح والتعدیل محدث ابوحاتم رازی اور امام الجرح والتعدیل محدث ابوزرعہ رازی سے دریافت کیا اصول دین میں اہل سنت و جماعت کے مذاہب کے بارے میں اور جس پر ان دونوں حضرات نے تمام بلاد وامصار میں علمائے کرام کو پایا اور جو یہ دونوں حضرات اعتقاد رکھتے ہیں، پس ان دونوں حضرات نے فرمایا: ہم لوگوں نے حجاز، عراق، شام، یمن تمام بلاد وامصار میں علمائے کرام کو پایا کہ ان حضرات کا مذہب ہے کہ ایمان قول وعمل ہے، عمل گھٹتا بڑھتا ہے، اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، ہر جہت سے غیر مخلوق ہے۔............اور جو کہے کہ قرآن مقدس مخلوق ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا ہے، ایسا انکار جو مذہب اسلام سے خارج کر دے، اور جو سمجھدار شخص اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

امام الجرح والتعدیل عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے اپنے والد محدث ابوحاتم رازی اور امام الجرح والتعدیل محدث ابوزرعہ رازی سے اہل سنت وجماعت کے عقائد دریافت کیا تو ان دونوں محدثین نے عقائد اہل سنت بیان فرمایا، اور دونوں نے انہی عقائد میں بتایا کہ قرآن غیر مخلوق ہے، جو قرآن کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے، اور جو عقائد وحالات سے واقف ہو کر اس کافر کے کفر میں شک کرے، وہ بھی اسی طرح کافر ہے۔ تمام بلاد اسلامیہ، حجاز، عراق، شام ویمن وغیرہ کے علمائے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

الحاصل تمام بلاد اسلامیہ کے علما تیسری صدی ہجری میں کافر فقہی کے لیے ''من شک'' کا اصول استعمال فرماتے تھے۔ یہ اصول تکفیر کلامی کے ساتھ خاص نہیں۔

اب پندرہویں صدی ہجری میں بعض اہل علم اس اصول کو کفر کلامی کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ اہل علم ہی سے تسامح ہوتا ہے: ع/ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں

(9) حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ لا لکائی طبری (م ۴۱۸ھ) نے رقم فرمایا:

(قال ابو خیثمة :من زعم ان القرآن کلام اللّٰہ مخلوق فھو کافر.
ومن شک فی کفرہ فھو کافر)

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ: جلد دوم:ص256-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابوخیثمہ نے فرمایا: جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مقدس مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔

(10) حافظ ابوالقاسم لا لکائی نے تحریر فرمایا:(والقرآن کلام اللّٰہ وعلمہ واسمائہ وصفاتہ وامرہ ونھیہ لیس بمخلوق بجھة من الجھات.
ومن زعم انہ مخلوق مجعول فھو کافر باللّٰہ کفرا ینقل عن الملة.
ومن شک فی کفرہ ممن یفھم ولا یجھل فھو کافر)

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ: جلد اول:ص181-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اس کا پاک علم اور اس کے مقدس اسما وصفات اور اس کا امر ونہی ہے، وہ کسی اعتبار سے مخلوق نہیں۔ جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ومجعول ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے، ایسا کفر جو اسے مذہب سے خارج کردے، اور جو اس کے کفر میں شک کرے، ان میں سے جو حکم شرع سمجھتا ہو، اور لاعلم نہ ہو، وہ کافر ہے۔

بے شعور بچہ، مجنون اور جس کی عقل صحیح وسالم نہیں، ایسے لوگ کافر کے کفر کا انکار کریں تو ان کے انکار پر حکم کفر وارد نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ لوگ حکم شرعی کو سمجھتے نہیں۔ ان کے پاس عقل تکلیفی نہیں۔ اسی طرح غیر مخالط مسلمین یا کوئی جاہل جس کو حکم شرعی کا علم نہ ہو کہ قرآن مجید کو مخلوق ماننے والا کافر ہے، ایسا شخص قرآن مجید کو مخلوق ماننے والے کے کفر انکار

کرے تو اس کو حکم شرعی بتایا جائے۔ جب بتانے کے بعد بھی انکار کرے تو شرعی حکم وارد ہوگا۔

(11) امام ابوالحسن بن ابویعلی حنبلی (م ۵۲۶ھ) نے امام احمد بن حنبل کے قول کو نقل فرمایا: (**فھو کلام اللّٰہ غیر مخلوق–فمن قال مخلوق فھو کافر باللّٰہ العظیم–ومن لم یکفرہ فھو کافر**) (طبقات الحنابلہ: جلد اول: ص342-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے، پس جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے، اور جو اس کو کافر نہ کہے، وہ کافر ہے۔

(12) ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل تیمی اصبہانی (۴۵۷ھ-۵۳۵ھ) نے رقم فرمایا:

(**ومن قال: لا اقول مخلوق ولا غیر مخلوق فھو جھمی .**

ومن شک فی کفر من قال: القرآن مخلوق بعد علمہ وبعد ان سمع من العلماء المرضیین ذلک فھو مثلہ)

(الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدۃ اہل السنۃ-جلد اول: ص240-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جو کہے کہ میں (قرآن مقدس کو) مخلوق یا غیر مخلوق نہیں کہتا ہوں، وہ جہمی ہے، اور جو قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والے کے کفر میں شک کرے، اس کے (کفریہ عقیدہ وحکم کفر کے) علم کے بعد اور علمائے مقبولین (علمائے حق) سے اس (عقیدۂ کفریہ وحکم کفر) کو جان لینے کے بعد تو وہ بھی اسی کی طرح (کافر) ہے۔

قرآن مقدس کو مخلوق ماننے والا کافر فقہی ہے۔فرقہ معتزلہ وفرقہ جہمیہ وغیرہ خلق قرآن کے عقیدہ کے سبب کافر فقہی ہیں۔ان کے لیے ''من شک'' کا اصول استعمال کیا گیا۔

اسماعیل دہلوی کے کفر کے بارے لوگ شبہہ ظاہر کرتے ہیں کہ شاید کفر کلامی ہو، تب یہ اصول استعمال ہوا، لیکن خلق قرآن کا مسئلہ مشہور ہے کہ خلق قرآن کا قول کرنا کفر فقہی ہے۔

امام احمد بن حنبل ،امام ابوزعہ رازی ،محدث ابوحاتم رازی ،محدث ابوبکر عیاش ،

محدث ابوخیثمہ ،محدث سفیان بن عیینہ ،محدث ہارون بن موسیٰ بن ابی علقمہ فروی مدینی وغیرہم (علیہم الرحمۃ والرضوان) مشہور محدثین وفقہا ہیں ،جنہوں نے خلق قرآن کے قائلین کے لیے''من شک'' کا استعمال فرمایا۔حضرت امام احمد بن حنبل ائمہ مجتہدین میں سے ہیں۔

اندازہ یہی ہے کہ سب سے پہلے خلق قرآن کے مسئلہ میں ہی''من شک'' کا استعمال ہوا۔مسئلہ خلق قرآن کے سبب علم عقائد کا نام''علم کلام'' ہوا۔معتزلہ نے عباسی بادشاہ مامون رشید کے زمانے میں یہ فتنہ اٹھایا اور کئی بادشاہوں کے زمانے تک یہ فتنہ جاری رہا۔

اس مدت کو ایام محنت (آزمائش کا زمانہ) سے تعبیر کیا گیا۔خلق قرآن کے انکار کے سبب بہت سے علمائے اہل سنت وجماعت کو قید میں ڈال دیا گیا اور بہت سے علما کو شہید کر دیا گیا۔ہماری کتاب''السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الی قرب القیامہ''میں تفصیل ہے۔

تین عباسی سلاطین مذہب معتزلہ سے متأثر

سلاطین بنی عباس میں مامون بن ہارون رشید،معتصم بن ہارون رشید اور واثق بن معتصم بن ہارون نے اعتزال کی راہ اختیار کی۔بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م ۲۱۸ھ) نے مامون کو گمراہ کیا۔قاضی احمد بن ابوداؤد ایادی معتزلی (م ۲۴۰ھ) نے مامون،معتصم،واثق اور متوکل کا زمانہ پایا۔اس نے معتصم اور واثق کو گمراہ کیا اور متوکل کو گمراہ نہ کر سکا، بلکہ اس کے زمانے میں سال ۲۳۳ھ میں فالج زدہ ہو گیا۔یہ فالج ایسا سخت تھا کہ وہ پتھر کی طرح غیر متحرک بن کر رہ گیا۔

حافظ ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:(وَفِیْھَا اَصَابَ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ دَاؤُدَ فَالِجٌ صَیَّرَہٗ حَجَرًا مُلْقٰی) (تاریخ الاسلام: جلد 17:ص 11)

ترجمہ:سال ۲۳۳ھ میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی کو فالج لگا، جس نے اسے مصیبت زدہ پتھر بنا دیا۔

مامون بن ہارون رشید کے بعد معتصم بن ہارون کی موت ۱۸:ربیع الاول ۲۲۷ھ کو

ہوئی۔اس کے بعد اس کا بیٹا واثق بن معتصم بادشاہ ہوا۔۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق بن معتصم کی موت ہوئی،اوراس کے بعد متوکل بن معتصم باللہ خلیفۃ المسلمین کے منصب پر فائز ہوئے ۔انہوں نے اہل سنت و جماعت پر ہونے والے مظالم کو ختم کر دیا۔اس طرح سال ۲۱۸ھ سے سال ۲۳۲ھ تک یعنی قریباً چودہ سال تک اہل سنت و جماعت کے ساتھ سلاطین بنی عباس کے مظالم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا،اور متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ مظالم ختم ہوئے۔

فصل پنجم

''من شک'' کے استعمال کے اسباب ومواقع

قانون یہی ہے کہ جو کافر کلامی کے کفر میں شک کرے،وہ اسی کی طرح کافر ہے۔

اسی طرح جو کافر فقہی کے کفر میں شک کرے،وہ اسی کی طرح کافر فقہی ہے،لیکن اس قانون کا استعمال ہر جگہ نہیں ہوتا، بلکہ جب کسی کے کفر وضلالت سے لوگوں کے متأثر ہونے کا خوف ہو تو اس قاعدہ کلیہ کا استعمال ہوتا ہے،تا کہ لوگ اس فتنہ سے محفوظ رہیں۔

چند مشہور مواقع استعمال کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کفر فقہی وکفر کلامی دونوں میں مذکورہ قاعدہ کلیہ استعمال ہوتا ہے۔

''من شک'' کا استعمال اول

تیسری صدی ہجری میں خلق قرآن کے قائلین ،یعنی معتزلہ،کرامیہ،جہمیہ وغیرہ کے لیے''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال ہوا۔اندازہ ہے کہ سب سے پہلے اسی موقع پر یہ کلیہ استعمال کیا گیا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

''من شک'' کا استعمال دوم

عہد ماضی میں ان تبرائی روافض کے لیے مذکورہ اصول کا استعمال ہوا جو کافر فقہی تھے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تبرائی روافض کو بحکم فقہا کافر و مرتد قرار دیا، اور حوالہ کے طور پر جو عبارتیں نقل فرمائیں، ان میں یہ اصول مذکور ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ یہ عہد ماضی کے تبرائی روافض کا حکم ہے، تمام روافض کا نہیں۔

عہد حاضر کے تبرائی روافض ضروریات دین کے انکار کے سبب کافر کلامی ہیں۔ عہد ماضی وعہد حاضر کے تبرائی روافض کا جداگانہ حکم رسالہ: ردالرفضہ میں بیان کیا گیا ہے۔

تبرائی روافض سے متعلق فتاویٰ رضویہ کی بعض عبارتیں منقولہ ذیل ہیں۔

(1) ''جواب سوال دوم: بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرتد ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کو ہمارا رسالہ ''ردالرفضہ'' بحمد اللہ کافی ووافی۔ یہاں دو چار سندوں پر اقتصار''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص36-رضا اکیڈمی ممبئ)

عہد ماضی کے تبرائی روافض ضروریات دین کے منکر نہیں تھے، بعد میں ضروریات دین کے منکر ہوئے۔ غالی روافض عہد ماضی میں بھی ضروریات دین کے منکر تھے، لہٰذا عہد ماضی کے غالی روافض بھی کافر کلامی ہیں۔ روافض کا فرقہ تفضیلیہ جو محض تفضیل مرتضوی کا قائل ہو، وہ نہ کافر فقہی ہے، نہ کافر کلامی، بلکہ گمراہ محض ہے۔ عہد ماضی کے تبرائی روافض کے لیے ''من شک'' کے اصول کا استعمال ''عقود الدریہ'' کی درج ذیل دو عبارتوں میں ہے۔

(2) ''عقود الدریہ طبع مصر جلد اول ص92: دربارۂ روافض: **اعلم اسعدک اللّٰہ تعالٰی ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر-ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم**''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص37-رضا اکیڈمی ممبئ)

ترجمہ: جان لو (اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت مند بنائے) کہ یہ کفار (روافض) کفر کی متعدد قسموں کے جامع ہیں اور جو ان کے کفر والحاد میں توقف کرے، وہ انہیں کی مثل کافر ہے۔

(3) ''**اجمع علماء الاعصار علٰی ان من شک فی کفرھم کان کافرا**''۔ (بحوالہ: عقود الدریہ طبع مصر: جلد اول: ص93)

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم :ص 37-رضا اکیڈمی ممبئ)

ترجمہ: کئی زمانوں کے علما کا اجماع ہے کہ جوان (روافض) کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(4) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رسالہ: رد الرفضہ میں تبرائی روافض کو بحکم فقہا کافر قرار دینے کے بعد تحریر فرمایا: ''یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے، اگر چہ تبرا وانکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں:

والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار،لا کفار وبہ ناخذ.

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں، بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جوانہیں کافر نہ جانے ،وہ خود کافر ہے۔ بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل ،مرد و،عورت، چھوٹے، بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں''۔

(رسالہ رد الرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص 259-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارتوں میں کافر فقہی تبرائی روافض اور کافر کلامی تبرائی روافض دونوں کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال کیا گیا۔اقتباس دوم وسوم میں کافر فقہی تبرائی روافض کے لیے ''من شک'' کا استعمال کیا گیا ہے، اور اقتباس چہارم میں کافر کلامی تبرائی روافض کے لیے ''من شک'' کا اصول استعمال ہوا ہے۔

عہد ماضی کے تبرائی روافض سے متعلق امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار،لا کفار وبہ ناخذ

(رسالہ رد الرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص 259-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: اس بارے میں متکلمین کا قول ہے کہ یہ لوگ (عہد ماضی کے تبرائی روافض) گمراہ جہنمی کتے ہیں، کافر نہیں اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

عہد حاضر کے تبرائی روافض (منکران ضروریات دین) سے متعلق تحریر فرمائے:

''اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں، بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے، وہ خود کافر ہے۔ بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل، مرد و عورت، چھوٹے، بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں''۔

(رسالہ ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص259-جامعہ نظامیہ لاہور)

''من شک'' کا استعمال سوم

اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی قطعی میں بھی ''من شک'' کا اصول استعمال کیا گیا۔ دہلوی کی ضلالت و گمرہی پھیل رہی تھی۔ اس کے سد باب اور عوام مسلمین کے ایمان وعقیدہ کو محفوظ رکھنے کے واسطے یہ اصول استعمال کیا گیا۔

''من شک'' کا استعمال چہارم

مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر کلامی میں ''من شک'' کا اصول استعمال کیا گیا۔ یہ پانچوں کافر کلامی ہیں۔ ان لوگوں کی ضلالت و گمرہی پھیل رہی تھی۔ اس کا سد باب ضروری تھا، لہٰذا مذکورہ اصول کا استعمال کیا گیا۔

المعتمد المستند میں سرسید کی تکفیر کی گئی، لیکن حسام الحرمین کے استفتا میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا، کیوں کہ نہ وہ مذہبی رہنما کی حیثیت سے متعارف تھا، نہ ہی وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا تھا، نہ لوگوں کو اس کی دعوت دیتا تھا۔ انگریزوں اور سائنس دانوں کے اطمینان قلب کی خاطر اس نے جو کچھ لکھا تھا۔ ان تحریروں میں بہت سے کفریات کلامیہ تھے۔

لفظ ''عذابہ'' کا مفہوم

(من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) میں لفظ ''وعذابہ'' سے مجرم کے دائمی معذب

ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے، کیوں کہ کافر کلامی بھی کافر اصلی کی طرح دائمی معذب ہے۔

کافر فقہی دائمی معذب نہیں، اسی لیے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب خلق قرآن کے قائلین کے لیے اس اصول کا استعمال ہوا تو اس کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہیں، یعنی (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) کا استعمال نہیں ہوا، بلکہ (من شک فی کفرہ فقد کفر) کہا گیا۔ حضرت علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے بھی دہلوی کی تکفیر میں اس کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اہل علم کے لیے یہ واضح دلیل ہے کہ وہ فتویٰ کفر فقہی کا ہے۔ تکفیر کلامی میں مجرم کے دائمی معذب ہونے کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

حضرت علامہ خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتویٰ کا وہ حصہ منقولہ ذیل ہے۔

"وجواب سوال سوم ایں است کہ: قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے دین است۔ ہرگز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُو شرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفر اُو شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر و بے دین ونا مسلمان ولعین است"۔ (تحقیق الفتویٰ: فارسی نسخہ: ص 434 - مکتبہ قادریہ لاہور)

(سیف الجبار: ص 88 - مطبوعہ کانپور)

ترجمہ: تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بے ہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے، یا تردد لائے، یا اس بے ادبی کو معمولی جانے، کافر و بے دین اور نا مسلمان وملعون ہے۔

دہلوی کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہ کرنا واضح قرینہ ہے کہ یہ تکفیر فقہی ہے۔

الحمد للہ رب العٰلمین: والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین: وآلہ واصحابہ اجمعین

باب دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وجنودہ

عہد حاضر کے مغالطوں کا رد وابطال

عصر حاضر میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ من شک کا استعمال تکفیر کلامی کے ساتھ خاص ہے اورنوع بہ نوع مغالطے پیش کیے جاتے ہیں۔ چند مغالطوں کا رد وابطال باب دوم میں ہے۔

فصل اول

تبرائی روافض کے لیے من شک کا استعمال

باب اول: فصل پنجم میں عقود الدریہ کا دواقتباس منقول ہے جن میں تبرائی روافض کے لیے ''من شک'' کا اصول استعمال کیا گیا ہے۔معتزلہ کی تکفیر فقہی سے متعلق بارہ اقوال تیسری صدی ہجری کے ہیں،جن میں ''من شک'' کا استعمال ہوا ہے۔تبرائی روافض کی تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال بارہویں صدی ہجری میں ہوا۔تفصیل درج ذیل ہے۔

امام سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے اپنے استاذ شیخ حامد آفندی عماوی کے فتاویٰ کے مجموعہ ''مغنی المستفتی عن سوال المفتی'' کی تلخیص ''العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ'' کے نام سے کی ہے۔مغنی المستفتی میں روافض سے متعلق فتویٰ جس میں ''من شک'' کا اصول مستعمل ہے، وہ شیخ الاسلام عبد اللہ آفندی کے مجموعہ فتاویٰ سے منقول ہے، جسے شیخ حامد آفندی نے شیخ الاسلام کے مجموعہ فتاویٰ میں 1146 ہجری میں ملاحظہ فرمایا۔

بارہویں صدی ہجری میں تبرائی روافض پر کفر کلامی کا حکم نہیں تھا۔وہ لوگ اس عہد میں کسی ضروری دینی کا مفسرا نکار نہیں کرتے تھے۔یہ لوگ تیرہویں صدی ہجری سے دوضروریات دین کا مفسرا نکار کرنے لگے،جس کی تفصیل فصل دوم میں ہے۔عہد ماضی میں غالی روافض

ضروریات دین کے انکار کے سبب کافر کلامی تھی۔تبرائی وغالی کا فرق ملحوظ رکھا جائے۔

علامہ شامی نے مذکورہ فتویٰ سے متعلق رقم فرمایا:(قال المؤلف رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: ورأیت فی مجموعة شیخ الاسلام عبد اللّٰہ افندی حفظہ اللّٰہ الملک السلام حین زارنی فی الجنبنة وقت قدومہ من المدینة المنورة علی منورھا افضل الصلاةزاتم السلام سنة ۱۱۴۶،ما صورتہ:

ما قولکم دام فضلکم ورضی اللّٰہ عنکم ونفع المسلمین بعلومکم فی سبب وجوب مقاتلة الروافض وجواز قتلھم–ھو البغی علی السلطان او الکفر؟–الخ)(العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ:جلد اول:ص94)

شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے مجموعہ میں مذکورہ استفتا کے جواب میں روافض کو کافر بتایا گیا اور اسی فتویٰ میں ''من شک'' کا اصول استعمال کیا گیا۔عبارت درج ذیل ہے۔

(الحمد للّٰہ رب العلمین:اعلم اسعدک اللّٰہ ان ھؤلاء الکفرة والبغاة الفجرة جمعوا بین اصناف الکفر والبغی والعناد وانواع الفسق والزندقة والالحاد–ومن توقف فی کفرھم والحادھم ووجوب قتالھم وجواز قتلھم فھو کافر مثلھم)(العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ:جلد اول:ص94)

مغنی المستفتی میں مذکورہ بالا فتویٰ کی نقل کے بعد مفسر ابو سعود عمادی کا نقل کیا گیا ہے۔

عقود الدریہ میں مغنی المستفتی کی عبارت اس طرح منقول ہے:(وممن افتی بنحو ذلک فیھم المحقق المفسر ابو السعود افندی العمادی ونقل عبارتہ العلامة الکواکبی الحلبی فی شرحہ علی منظومتہ الفقھیة المسماة"الفرائد السنیة"–ومن جملة ما نقلہ عن ابی السعود بعد ذکر قبائحھم علی نحو ما مر–"فلذا اجمع علماء الاعصار علی اباحة قتلھم–وان من شک فی کفرھم کان کافرا'') (العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ:جلد اول:ص95)

سوال: اسلاف کرام کی کتابوں میں عہد ماضی کے روافض کا جب ذکر آتا ہے تو متعدد ضروریات دین کے انکار کا بھی ذکر آتا ہے۔ضروریات دین کے انکار کے سبب کفر کلامی کا حکم ہوگا، نہ کہ کفر فقہی کا۔ضروریات دین کا انکار بھی کفر فقہی ہے یا کفر کلامی؟

جواب: یہ فیصلہ میرا نہیں، بلکہ ماضی قریب کے اہل نظر وصائب الرائے متکلم کا ہے کہ عہد ماضی کے تبرائی روافض کافر فقہی تھے اور عہد حاضر کے تبرائی روافض کافر کلامی ہیں۔

روافض کے متعدد طبقات ہیں۔غالی رافضی منکران ضروریات دین ہیں، لہٰذا وہ کافر کلامی ہیں۔عہد ماضی کے تبرائی روافض کسی ضروری دینی کا مفسر انکار نہیں کرتے تھے، لہٰذا وہ کافر کلامی نہیں تھے، لیکن خلافت صدیقی کے انکار وبعض دیگر امور کے سبب کافر فقہی تھے۔ ضروریات دین کا مفسر انکار کفر کلامی ہے، اور ضروریات دین کا لزومی انکار کفر فقہی ہے۔ روافض کا فرقہ تفضیلیہ نہ کافر فقہی ہے، نہ کافر کلامی، بلکہ گمراہ محض ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ’’رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ اُن میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے، اگرچہ صرف اس قدر کہ انھیں امام وخلیفہ برحق نہ مانے، کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح وفتویٰ کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے‘‘۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص250- جامعہ نظامیہ لاہور)

اسلاف کرام بسا اوقات ایک ہی عبارت میں روافض کے تینوں طبقات (کافر کلامی، کافر فقہی وگمراہ محض) کا ذکر فرما دیتے ہیں۔ایسی عبارتوں میں غور کرنا ہوگا کہ عبارت کا کون سا حصہ روافض کے کس طبقے سے متعلق ہے۔رسالہ: ردالرفضہ میں مشترکہ عبارتیں منقول ہیں۔اس کی چند عبارتیں ذیل میں نقل کر دی جاتی ہیں، تاکہ مسئلہ کی وضاحت ہو جائے۔

تبرائی روافض اور تفضیلی روافض سے متعلق مشترکہ عبارات

(1) تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے:

(الرافضی اذا سب ابا بکر وعمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ولعنہما یکون کافرا–وان فضل علیہما علیا لا یکفر وھو مبتدع)

رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے، یا اُن پر تبرا بکے، کافر ہو جائے، اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اُن سے افضل کہے، کافر نہیں، گمراہ بد مذہب ہے۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص255- جامعہ نظامیہ لاہور)

(2) فتاوی خلاصہ قلمی کتاب الصلوۃ فصل ۱۵، اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لایصح میں ہے: **(الرافضی ان فضل علیا علٰی غیرہ فھو مبتدع–ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فھو کافر)**

رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے، اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص252- جامعہ نظامیہ لاہور)

(3) فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر: جلد اول ص ۲۴۸ اور حاشیہ تبیین العلامہ احمد شلبی مطبوعہ مصر: جلد اول: ص ۱۳۵ میں ہے: **(فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع–وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللّٰہ عنہما فھو کافر)**

رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے، گمراہ ہے، اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے''۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص250-251- جامعہ نظامیہ لاہور)

(4) ''اُسی (بدائع الصنائع) کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور الاشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوی انقرویہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۲۵ اور واقعات المفتین مطبوعہ مصر ص ۱۳، سب میں فتاویٰ خلاصہ سے ہے:

(الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ باللّٰہ تعالٰی فهو کافر-وان کان یفضل علیا کرم اللّٰہ تعالٰی وجهه علیهما فهو مبتدع)

رافضی تبرائی جوحضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ بُرا کہے، کافر ہے، اوراگر مولاعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کوصدیق اکبراور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا ،مگر گمراہ ہے''۔(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص 251-جامعہ نظامیہ لاہور)

(5) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلداول:ص۱۰۵ میں ہے:

(الرافضی ان فضل علیا فهو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فهو کافر)

رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہوتو بد مذہب ہے،اوراگر خلافتِ صدیق کا منکر ہوتو کافر ہے''۔(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص252-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباسات میں تبرائی روافض اور تفضیلی روافض کا مشترکہ بیان ہے۔ خلافت صدیقی کے منکر تبرائی روافض ہیں اور تفضیل مرتضوی کے قائل تفضیلی روافض ہیں۔

جب روافض کے مختلف طبقات کا یکجا بیان ہوتو یہ دیکھنا ہوگا کہ کس طبقہ میں کون سی ضلالت ہے،جس طبقہ میں جوضلالت ہو،اس ضلالت کا حکم اس طبقہ پر وارد ہوگا۔

چوں کہ عہد ماضی کے تبرائی روافض کے عقائد میں ضروریات دین کا مفسر انکار نہیں پایا جاتا تھا،لہٰذا ان لوگوں پر کفر کلامی کا حکم نافذ نہیں کیا گیا۔جب تیرہویں صدی ہجری سے تبرائی روافض ضروریات دین کا مفسر انکار کرنے لگے،تب ان پر کفر کلامی کا حکم وارد ہوا۔

غالی روافض اور تبرائی روافض سے متعلق مشترکہ عبارات

(1) رسالہ: ردالرفضہ میں ہے:''غنیۃ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ:ص۵۱۴ میں ہے:

''المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة-وانما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی

الی الکفر عند اهل السنة–اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کا لغلاة من الروافض الذین یدعون الالوهیة لعلی رضی اللّٰہ تعالٰی–اوان النبوة کانت له فغلط جبریل–ونحو ذٰلک مما هو کفر–وکذا من یقذف الصدیقة او ینکر صحبة الصدیق اوخلافته او یسب الشیخین''۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص253-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: بدعتی سے وہ مراد ہے جو اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہو، اوراس کی اقتدا کراہت کے ساتھ اُس حال میں جائز ہے جب اُس کا عقیدہ اہل سنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچا تا ہو، اگر کفر تک پہنچائے تو اصلاً جائز نہیں، جیسے غالی رافضی کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خدا کہتے ہیں، یا یہ کہ نبوت ان کے لیے تھی، حضرت جبریل سے لغزش ہوئی، اوراسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں، اور یونہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے، یا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا انکار کرے، یا ان کی خلافت کا انکار کرے، یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا بھلا کہے۔

عبارت مذکورہ بالا میں خلافت صدیقی کے منکرین اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طعن وتبرا کرنے والے روافض کا بھی ذکر ہے۔ یہ اوصاف تبرائی روافض کے ہیں اوراس سے قبل جو عقائد باطلہ بیان کیے گئے، وہ غالی روافض کے عقائد ہیں۔

عرف مشہور میں غالی رافضی اس کو کہا جاتا ہے جو ضروریات دین کا منکر ہو، جیسا کہ منقولہ بالا اقتباس میں ہے۔ کبھی تبرائی رافضی کو بھی غالی رافضی کہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات میں ہے۔ تفضیلی رافضی کے بالمقابل تبرائی کو غالی رافضی کہا گیا ہے۔

(2)''کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی: جلد اول اور منتخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مطبع احمدی: ص۲۳ میں ہے: (**ان کان هواه یکفر اهله کالجهمی والقدری الذی قال**

بخلق القراٰن والرافضی لغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ لا تجوز الصلوٰۃ خلفہ)

بد مذہبی اگر کافر کر دے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے، اور رافضی غالی کہ خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کرے، اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں''۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص253-جامعہ نظامیہ لاہور)

(3) شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر: جلد اول ص ۲۰۸ علیٰ ہامش فتح المعین میں ہے:

(فی الخلاصۃ: یصح الاقتداء باھل الاھواء الا الجھمیۃ والجبریۃ والقدریۃ والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القراٰن والمشبہ.

وجملتہ ان من کان من اھل قبلتنا ولم یغل فی ھواہ حتی لم یحکم بکونہ کافرا تجوز الصلوۃ خلفہ وتکرہ-واراد بالرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ)

خلاصہ میں ہے: بد مذہبوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے سوائے جہمیہ و جبریہ وقدریہ و رافضی غالی، قائل خلق قرآن ومشبہ کے۔

اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے جو اپنی بد مذہبی میں غالی نہ ہو، یہاں تک کہ اُسے کافر نہ کہا جائے، اُس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہے۔

اور رافضی غالی سے وہ مراد ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص254-جامعہ نظامیہ لاہور)

گمراہ محض (غیر کافر کلامی وغیر کافر فقہی) کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے، جیسے روافض کا فرقہ تفضیلیہ اور برصغیر کا فرقہ سنفضیہ۔صحیح قول کے مطابق کافر فقہی کی اقتدا میں بھی نماز باطل ہے، جیسے قائلین خلق قرآن (معتزلہ، جہمیہ، کرامیہ) ومشبہہ وغیرہ۔

عبارت منقولہ بالا میں غالی روافض سے خلافت صدیقی کے منکرین یعنی تبرائی روافض مراد ہیں ۔تبرائی روافض فقہائے کرام کے یہاں کافر ہیں ۔عرف مشہور میں غالی روافض سے ضروریات دین کے منکرین مراد ہوتے ہیں ۔غالی روافض کافر کلامی ہیں ۔

غالی روافض ،تبرائی روافض اور تفضیلی روافض کا تذکرہ فتاویٰ رضویہ(جلد یازدہم:ص 346-345 ،ص 691-692 -جلد بستم:ص 244-246) میں مرقوم ہے ۔

فتاویٰ رضویہ کے ایک فتویٰ میں تینوں کا ذکر ہے ۔وہ فتویٰ مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ: از پٹنہ لودی کٹرہ ،مرسلہ مولانا مولوی عبدالوحید غلام صدیق صاحب بہاری

۱۰: ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا اعز کم اللہ فی الدارین تسلیم ،ایک شیعہ عورت سے سنی نے نکاح کیا ۔ آیا درست ہوگا یا نہیں؟ جلد فتویٰ مرتب فرما کر روانہ کیجئے ،ضرورت شدیدہ ہے ۔ میری خاص رائے عدم مناکحت پر ہے ۔منکرین ضروریات دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے: والسلام

الجواب: شیعہ تین قسم ہیں:

اول: غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں ،مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں ، بیاض عثمانی کہیں ،یا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ،خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں ،یا رب العزت جل وعلا پر بدع یعنی حکم دے کر پشیمان ہونا ، پچتا کر بدل دینا ،یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہو کر تبدیل کرنا مانیں ، یا حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں ،الیٰ غیر ذلک من الکفر یات (اس کے علاوہ دیگر کفریات ۔ت)

یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد ۔

فتاویٰ ظہیریہ وفتاویٰ ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے:

(**احکامھم احکام المرتدین**) (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ت)

آج کل کے اکثر، بلکہ تمام رفاض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ وہ عقیدہ کفریہ سابقہ میں ان کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں، الا ماشاءاللہ (مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ت) جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو، مرتدہ ہے کہ نکاح نہ کسی مسلم سے ہوسکتا ہے، نہ کافر سے، نہ مرتد سے، نہ اس کے ہم مذہب سے۔ جس سے نکاح ہوگا، زنائے محض ہوگا اور اولاد ولدالزنا۔

دوم: تبرائی کہ عقاید کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارتکاب کرتا ہو، ان میں سے منکران خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انھیں برا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔ (**نص علیہ فی الخلاصۃ والھندیۃ وغیرھما**) (خلاصہ اور ہندیہ میں اس پر نص ہے۔ت)

مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب النار ہیں، مگر کافر نہیں۔

ایسی عورت سے نکاح اگرچہ صحیح ہے، مگر سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے۔

(**لما فی الحدیث عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم: لا تناکحوھم**)

(کیوں کہ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو۔ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چھڑوادیا کہ ملعونہ ناقہ پر ہمارے ساتھ نہ رہ، پھر کسی نے اس ناقہ کو نہ چھوا، حالاں کہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں۔

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں: (**اولئک یلعنھم اللّٰہ ویلعنھم اللاعنون**) (یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ

لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ت) احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیوں کر شرع مطہر کو گوارا ہوگا: واللہ الہادی۔

سوم: تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو، خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی امامت برحق جانتا ہو، صرف امیر المومنین مولیٰ علی کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل مانتا ہو، انھیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں، بدمذہب ضرور ہیں۔

ایسی عورت سے بالاتفاق نکاح جائز ہے، ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ مبتدعہ ہے، اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت ہے، خصوصاً اگر اس کی محبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدید ہو جائے گی اور ظن غالب تو اشد بالغ بدرجہ تحریم: واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم: ص345-346- جامعہ نظامیہ لاہور)

فصل دوم

عہد ماضی وعہد حاضر کے تبرائی روافض

متقدمین تبرائی روافض کسی ضروری دینی کے صریح منکر نہیں تھے، لہٰذا ان پر کفر کلامی کا حکم نہیں تھا۔ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے انکار، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر تبرا ودیگر امور شنیعہ کے سبب ان پر کفر فقہی کا حکم تھا۔ بعد کے تبرائی روافض نے متعدد ضروریات دین کا صریح انکار کیا، تب ان پر کفر کلامی کا حکم عائد ہوا۔

ضروریات دین کے صریح انکار کے سبب تکفیر کلامی ہوتی ہے۔ زمانی تقدم وتاخر کا کوئی اثر مسئلہ تکفیر پر نہیں ہوتا۔ جب متاخرین روافض سے ضروریات دین کا صریح انکار صادر ہوا، تب ان کو کافر کلامی قرار دیا گیا۔ تبرائی روافض کو اثنا عشریہ، امامیہ اور جعفریہ بھی کہا جاتا ہے۔

روافض کا فرقہ تفضیلیہ کافر فقہی بھی نہیں۔ وہ صرف گمراہ وبدعتی ہے۔ غالی شیعہ جو الوہیت ائمہ کے قائل ودیگر ضروریات دین کے منکر تھے، وہ کافر کلامی تھے۔ غالی شیعہ ہمیشہ

قلیل التعداد رہے ہیں اور اکثر ان کا وجود بھی ناپید رہا ہے۔ عام طور پر تبرائی روافض اور تفضیلی روافض کا وجود رہا ہے۔شیعوں میں تبرائی روافض کی تعداد نوے فی صد رہی ہے۔ تبرائی روافض بھی غالی شیعوں کی تکفیر کے قائل رہے ہیں۔طوسی تبرائی روافض میں سے ہے۔

(الف) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ عہد ماضی کے تبرائی روافض صرف بحکم فقہا کافر و مرتد ہیں، کافر کلامی نہیں۔عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

''جواب سوال دوم: بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرتد ہے۔اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کو ہمارا رسالہ: ردالرفضہ بحمد اللہ کافی ووافی''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص36-رضا اکیڈمی ممبئ)

(ب) عہد حاضر کے تبرائی روافض قرآن عظیم کو ناقص بتانے اور حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتانے کے سبب کافر کلامی قرار پائے۔مندرجہ ذیل عبارت میں دونوں قسم کے تبرائی روافض کا ذکر ہے۔

مندرجہ ذیل عبارت میں عہد ماضی کے تبرائی روافض کو کافر فقہی اور عہد حاضر کے تبرائی روافض کو کافر کلامی قرار دیا گیا ہے۔

امام اہل سنت نے رقم فرمایا:''یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے،اگر چہ تبرا وانکار خلافت شیخین کے رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں: **والاحوط فیه قول المتکلمین انهم ضلال من کلاب النار،لا کفار—وبه ناخذ.**

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں ، بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے ،وہ خود کافر ہے۔بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم، جاہل،مرد،عورت، چھوٹے ،بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں''۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص259 - جامعہ نظامیہ لاہور)

عہد حاضر کے تبرائی روافض کے دو کفر صریح یہ ہیں:

(1) قرآن مقدس کو ناقص ماننا (2) حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا۔

مذکورہ دونوں امر کفر کلامی ہیں، اسی سبب سے عہد حاضر کے شیعہ کافر کلامی ہوئے۔

(ج) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رسالہ: ردالرفضہ کے اخیر میں تیرہویں صدی کے تبرائی رافضی مجتہدین کے بارے میں رقم فرمایا: ''روافض کے مجتہدان حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے''۔

(رسالہ: ردالرفضہ ص264 - فتاویٰ رضویہ: جلد 14: جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس کے بعد تیرہویں صدی کے تبرائی روافض کے مجتہدین میں سے میر آغا کا دو فتویٰ اور سید علی محمد کا دو فتویٰ نقل فرمایا۔ چاروں فتاویٰ ضروریات دین کے انکار پر مشتمل ہیں۔ سید محمد علی کی مہر میں ۱۲۶۳ھ اور میر آغا کی مہر میں ۱۲۸۳ھ مرقوم ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ یہ دونوں تیرہویں صدی کے شیعہ مجتہدین ہیں۔

مذکورہ فتاویٰ میں قرآن مجید کو ناقص بتایا گیا ہے، اور حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتایا گیا ہے۔ صرف ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تیرہویں صدی سے روافض کفر کلامی میں مبتلا ہوئے۔ دیابنہ یعنی مقلد وہابیہ بھی پہلے کافر فقہی تھے۔ اشخاص اربعہ کے کفریات کلامیہ کے سبب مقلد وہابیہ یعنی دیابنہ کفر کلامی میں مبتلا ہوئے۔ ابتدائی عہد میں مقلد وہابیہ کو گلابی وہابی اور اسحاقی وہابی کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہ لوگ دیوبندی کہلائے۔ فرقہ بجنوریہ، مقلد وہابیہ کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنا ایمان تباہ کر رہا ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا دونوں رافضی مجتہدین کے چار کفری فتاویٰ نقل فرما کر رقم فرمایا کہ عہد حاضر کے تمام تبرائی رافضی کافر کلامی ہیں، کیوں کہ روافض باب عقائد میں اپنے مجتہدین کے مقلد ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی تبرائی رافضی اپنے اکابر کے کفری عقائد نہ بھی مانتا ہو تو بھی وہ ان کفری عقائد کے سبب اپنے مجتہدوں کو کافر نہیں مانتا ہے، بلکہ مومن مانتا ہے، اور کافر کلامی کے کفریات کلامیہ پر مطلع ہو کر ان کو مومن ماننا بھی کفر ہے۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی تحریر مندرجہ ذیل ہے۔

''روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ اگر بفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اسے چارہ نہیں، اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجیے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتویٰ بھی نہ مانے تو الاقل اتنا یقیناً ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا، بلکہ انہیں اپنے دین کا عالم وپیشوا ومجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے، خود کافر ومرتد ہے''۔ (رسالہ ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ جلد 14 ص 265 - جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ جس فرقہ کے بنیادی عقائد میں کفریات کلامیہ ہوں اور اس فرقہ کے تمام افراد باب عقائد میں خود کو اپنے پیشواؤں کے تابع قرار دیتے ہوں تو اس فرقہ کے تمام افراد کو کافر کلامی تسلیم کیا جائے گا۔ مستثنیٰ وہی قرار پائے گا، جس کا استثنا ظاہر ہو۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رسالہ: ردالرفضہ کے اخیر میں عہد حاضر کے تبرائی روافض سے متعلق درج ذیل فیصلہ کن عبارت رقم فرمائی:

''بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام، بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد

سنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو، جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا۔ محض زنا ہوگا۔ اولاد، ولدالزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی۔ اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولدالزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی، نہ مہر کی کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں۔

رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ بیٹے، ماں، بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سنی تو سنی کسی مسلمان، بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حصہ نہیں۔ ان کے مرد عورت، عالم جاہل کسی سے میل جول، سلام کلام، سب سخت کبیرہ اشد حرام، جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر، پھر بھی انہیں مسلمان جانے، یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے، باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے، اور اس کے لیے بھی یہی سب احکام ہیں، جو ان کے لیے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں، اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان بنیں"۔

(رسالہ: ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14 ص 268- جامعہ نظامیہ لاہور)

عہد حاضر کے تبرائی روافض ضروریات دین کے انکار کے سبب کافر کلامی ہیں۔ عہد ماضی کے تبرائی روافض جو کسی ضروری دینی کا مفسر انکار نہیں کرتے تھے، وہ کافر فقہی تھے۔

(د) عہد حاضر میں شیعوں کا صرف فرقہ تفضیلیہ محض گمراہ ہے، یعنی کافر فقہی یا کافر کلامی نہیں۔ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک ہی فتویٰ میں روافض کے تینوں گروہ یعنی گمراہ محض (غیر کافر)، کافر فقہی وکافر کلامی کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ فتویٰ مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل شیعہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا اہل سنت و جماعت کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی قومِ سنّت والجماعت نے نماز کسی شیعہ کی جنازہ کی پڑھی تو اس کے لیے شرع میں کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر رافضی ضروریاتِ دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن کریم میں کُچھ سورتیں یا

آیتیں یا کوئی حرف صرف امیر المومنین عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے، یا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصّلوٰۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے، اور آجکل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں۔ اُن میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائدِ کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وہ کافر مرتد ہے، اور اس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہ شدید ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: **(وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ)**

کبھی نماز نہ پڑھ اُن کے کسی مردے پر، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔ انہوں نے اللہ ورسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

اگر ضروریاتِ دین کا منکر نہیں، مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ وفقہا کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے: کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وتنویر الابصار والدر المختار والھدایۃ وغیرھا عامۃ الاسفار۔

اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہ چاہئے۔

متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا:

ان ماتوا فلا تشهدوهم: وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔

ولا تصلوا عليهم: ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔

نماز پڑھنے والوں کو توبہ، استغفار کرنی چاہئے۔

اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وہ مُردہ رافضی منکرِ بعض ضروریاتِ دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اُس کے حال سے مطلع تھا، دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی، اُس کے لیے استغفار کی جب تو اُس شخص کو تجدیدِ اسلام اور اپنی عورت سے از سرِ نو نکاح کرنا چاہئے۔

(فی الحلية نقلًا عن القرافی واقره–الدعاء بالمغفرة للكافر كفر

لطلبه تکذیب اللّٰه تعالٰی فیما اخبر به)

(فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم:ص53-رضا اکیڈمی ممبئی)

روافض میں بہت سے ذیلی فرقے ہیں۔ان میں سے فرقہ تفضیلیہ گمراہ محض (غیر کافر کلامی وغیر کافر فقہی) ہے۔ملک ہند میں بوہرہ شیعہ بھی پائے جاتے ہیں۔ان میں بھی متعدد ذیلی فرقے ہیں۔تبرائی روافض میں عہد ماضی کے تبرائی روافض کافر فقہی تھے۔وہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا انکار کرتے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان مبارک میں طعن کرتے تھے،لیکن ان کے عقائد میں کفریات کلامیہ نہیں تھے۔

تیرہویں صدی سے تبرائی روافض دوضروریات دین کے انکار کے سبب کافر کلامی قرار پائے۔غالی شیعہ ضروریات دین کے انکار کے سبب عہد ماضی میں بھی کافر تھے۔

فصل سوم

فقہاو متکلمین کی اصطلاح وتعبیر میں فرق

متکلمین کفر فقہی قطعی کوضلالت کہتے ہیں۔اسی طرح جس کفر فقہی ظنی کے کفر ہونے پر مذاہب اربعہ کے فقہا کا اجماع ہو،اس کوبھی ضلالت کہتے ہیں۔یہ اصطلاح وتعبیر کا اختلاف ہے۔حقیقی اختلاف نہیں۔کافر فقہی من کل الوجوہ خارج اسلام نہیں ہوتا۔

جس کفر فقہی ظنی کے کفر ہونے پر فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہو کہ بعض فقہا کفر کہیں اور بعض حرام وناجائز کہیں تو اس کفر ظنی کو متکلمین ضلالت نہیں کہتے ،کیوں کہ تمام فقہا کے یہاں وہ کفر ظنی اجماعی نہیں ۔جس پر تمام فقہائے کرام کا اجماع ہوتو اجماع کی مخالفت ضلالت وگمرہی ہے،لہٰذا متکلمین وہاں ضلالت وبدعت کا حکم نافذ کرتے ہیں۔

کفر کلامی،کفر فقہی قطعی وکفر فقہی ظنی اجماعی

تکفیر دہلوی میں ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کے اصول کے استعمال کے سبب لوگوں

کو شبہہ ہوتا ہے۔اس کی وضاحت مرقوم ہوئی کہ کافر فقہی کے لیے بھی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال عام تھا۔

متکلمین کفر فقہی کا انکار نہیں کرتے ، بلکہ کفر فقہی کو ضلالت کا نام دیتے ہیں۔صرف نام رکھنے میں اختلاف ہے۔اسی وجہ سے کفر فقہی کو کفر اختلافی بھی کہا جا تا ہے۔

مذکورہ کفر فقہی سے وہ کفر فقہی مراد ہے، جو فقہا کے یہاں قطعی ہو، یا تمام مذاہب فقہیہ میں متفق علیہ اور اجماعی ہو۔بعض کفر فقہی ،ظنی اور غیر اجماعی ہوتا ہے۔چوں کہ وہ ظنی اور غیر اجماعی ہے،لہٰذا وہاں اجتہاد جاری ہوگا۔کوئی مجتہد و محقق اپنے اجتہاد وتحقیق سے اس کا انکار کرے تو اس پر حکم شرعی وارد نہیں ہوگا۔کفر فقہی ظنی غیر اجماعی میں ''من شک'' کا استعمال نظر نہیں آیا، نیز مسئلہ تکفیر کے اصول وضوابط کفر متفق علیہ کے ساتھ خاص ہیں۔کفر فقہی ظنی غیر اجماعی کا یہ حکم نہیں۔وہ اجتہادیات میں سے ہے۔

کفر فقہی اور کفر کلامی میں جوہری فرق یہ ہے کہ مفسر کلام پر تکفیر کلامی ہوتی ہے، جہاں تاویل بعید کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔جہاں تاویل بعید کی گنجائش ہو،وہ تکفیر فقہی ہے۔ظاہری فرق یہ ہے کہ متکلمین کفر فقہی کا نام ضلالت رکھتے ہیں۔دونوں کے احکام میں بھی فرق ہے۔کفر کلامی کی صورت میں تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں ،اور نکاح ختم ہو جا تا ہے۔کفر فقہی کے صدور پر نکاح ختم نہیں ہوتا، بلکہ احتیاطاً تجدید نکاح کا حکم ہے۔

شبہہ کا سبب اصول کا مشترکہ استعمال ہے، پس آگاہ رہیں کہ تکفیر فقہی وتکفیر کلامی میں بہت سے اصول وضوابط کا مشترکہ استعمال ہوتا ہے،مثلاً تنقیص نبوی کے سبب کسی کی تکفیر کلامی ہو یا تکفیر فقہی ،دونوں قسم کی تکفیر میں انہیں آیات قرآنیہ واحادیث طیبہ سے استدلال ہوگا ،جن میں تنقیص نبوی کو کفر بتایا گیا ہو۔

علمائے اسلام کی وہی عبارتیں دونوں تکفیر کے وقت نقل کی جائیں گی جن میں تنقیص

نبوی کو کفر بتایا گیا ہو۔ آیات واحادیث اور متعدد اصول وضوابط کا مشترکہ استعمال ہوگا۔ فرق کے واسطے ملزم کے کلام کو دیکھنا ہوگا کہ احتمال بعید کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر احتمال بعید کی گنجائش ہے تو وہ تکفیر فقہی ہے۔ دہلوی کی تکفیر فقہی میں ''من شک'' کے اصول کے استعمال سے لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی، حالاں کہ بہت سے اصول وضوابط کا استعمال دونوں تکفیر میں مشترکہ طور پر ہوتا ہے۔ ایک قانون منقولہ ذیل ہے۔ اس کا استعمال دونوں تکفیر میں ہوتا ہے۔

امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا: (**وَمَنْ حَسَّنَ كَلَامَ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ اَوْ قَالَ مَعْنَوِیٌّ اَوْ كَلَامٌ لَهٗ مَعْنًی صَحِيْحٌ–اِنْ كَانَ ذٰلِكَ كُفْرًا مِنَ الْقَائِلِ كَفَرَ الْمُحَسِّنُ**) (البحر الرائق: جلد پنجم: ص209)

ترجمہ: جو بد مذہبوں کے کلام کو اچھا جانے، یا کہے کہ بامعنی ہے، یا یہ کلام کوئی صحیح معنی رکھتا ہے۔ اگر وہ اس قائل کا کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہوگیا۔

اہل بدعت کا وہ کلام جس پر کفر کا حکم ہو، ایسے کلام کو جو اچھا بتائے، وہ بھی کافر ہے۔ اسی طرح جو کہے کہ وہ معنوی کلام ہے، یعنی اس کلام کا ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ خاص معانی مراد ہیں، جیسے اشخاص اربعہ کے کلام کو بھی بعض لوگ صوفیا کے کلام کی طرح معنوی کلام قرار دے کر ان کی عبارتوں کو کفریہ نہیں مانتے تو یہ بھی کفر ہے، یا کہا کہ اس کلام کا کوئی صحیح معنی ہے تو یہ شخص بھی کافر ہے۔

المعتمد المستند (ص231–المجمع الاسلامی مبارک پور) میں قادیانی، سرسید اور اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی کے بعد بھی مذکورہ اصول کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی نقل فتاویٰ رضویہ (جلد ششم: ص105 – رضا اکیڈمی ممبئی) میں بھی ہے۔

رسالہ: ازالۃ العار (فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم: ص 381 – جامعہ نظامیہ لاہور)، الکوکبۃ الشہابیہ کے اخیر میں، کفریہ: ٦٩ کی بحث میں، اور سل السیوف الہندیہ کے اخیر میں

کفریہ ہفتم کی بحث میں اسی اصول کا استعمال تکفیر فقہی میں ہوا ہے۔مؤخر الذکر دونوں رسالوں کے اخیر میں دہلوی کی تکفیر کلامی سے بھی انکار ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ سوال کرنے لگے کہ آپ اسماعیل دہلوی کو کافر بھی کہتے ہیں اوراس کے کافر ہونے کا انکار بھی کرتے ہیں۔

دراصل تکفیر فقہی میں جب اس اصول کا استعمال ہوتو مفہوم یہ ہے کہ جو اس کے کفر فقہی کا انکار کرے، وہ کافر فقہی ہے۔متکلمین کفر فقہی کا انکار نہیں کرتے ،پس ان کے لیے انکار کا حکم نہیں ہوگا۔وہ کفر فقہی کا صرف نام بدل دیتے ہیں اور کافر فقہی کے جو احکام یعنی توبہ،تجدید ایمان ونکاح جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں، متکلمین کسی حکم کا انکار نہیں کرتے ۔ دراصل باب عملیات میں فقہائے کرام ہی کے بیان کردہ احکام پر عمل ہوگا۔تکفیر کلامی اور تکفیر فقہی میں اکثر قوانین کا استعمال یکساں ہے۔ہاں،دونوں کے احکام میں فرق ہے۔

مذکورہ بالا اصول کا مفہوم یہ ہے کہ جو تاویل کے ذریعہ کافر کلامی کے کفر کا انکار کرے ،وہ کافر کلامی ہے۔جو تاویل کے ذریعہ کافر فقہی کے کفر کا انکار کرے، وہ کافر فقہی ہے۔اسی تشریح کے پیش نظر مذکورہ اصول کا استعمال دونوں تکفیر میں کیا گیا ہے۔

اسی طرح ''من شک'' کا استعمال تکفیر کلامی میں ہوتو مفہوم ہوگا کہ جو اس کے کفر کلامی کا انکار کرے، وہ کافر کلامی ہے۔

جب تکفیر فقہی میں اس کا استعمال ہوتو مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس کے کفر فقہی کا انکار کرے، وہ کافر فقہی ہے۔محل استعمال کے اعتبار سے معنی کا تعین ہوگا۔

جب کہا جائے کہ انسانوں کو خوراک دوتو انسان جو کھاتا ہے، وہی خوراک مراد ہے۔ جب کہا جائے کہ بیلوں کو خوراک دوتو بیل جو کھاتا ہے، وہی مراد ہے۔ایسا نہیں کہ انسانوں کو بیل کی خوراک دی جائے، گرچہ دونوں جگہ خوراک کا لفظ مستعمل ہے۔

البحر الرائق میں بیان کردہ اصول کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔اس اصول کا استعمال

تکفیر کلامی وتکفیر فقہی دونوں میں ہوگا۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے بعض حنفی فقہا سے اسباب کفر نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(اَوْ صَدَّقَ کَلَامَ اَھلِ الاھواء–اَو قَالَ عندی کلامھم کلام معنوی–او معناہ صحیح)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص256-دار ایلاف:کویت)

ترجمہ: جو بد مذہبوں کے کلام کو اچھا جانے، یا کہے کہ با معنی ہے، یا یہ کلام کوئی صحیح معنی رکھتا ہے۔اگر وہ اس قائل کا کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہوگیا۔

امام ہیتمی نے مذکورہ اصول کی تشریح میں رقم فرمایا:(وَمَا ذَکَرَ من الکفر فی تصدیق اھل الاھواء–انما یَتَّجهُ اِنْ اَرَادَ بِھِمْ مَا یَعُمُّ مَنْ نُکَفِّرُھُمْ بِبِدْعَتِھِم ْ–وَاَمَّا مَنْ لَا نُکَفِّرُھُمْ فَتَصْدِیْقُھُمْ غَیْرُ کُفْرٍ)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص258-دار ایلاف کویت)

ترجمہ: بعض حنفی فقہا نے جو اہل بدعت کے کلام کو صحیح ماننے پر کفر کا ذکر کیا، یہ اس وقت قابل قبول ہوگا، جب اہل بدعت سے وہ مراد ہوں جن کی بدعت کے سبب ہم بھی ان کی تکفیر کرتے ہیں،لیکن ہم جن کی تکفیر نہیں کرتے تو ان کے کلام کو صحیح ماننا کفر نہیں۔

جس نے اہل بدعت کے کلام کو صحیح کہا،تو وہ بھی کافر ہے۔امام ہیتمی کے قول کا مفہوم ہے کہ یہ حکم اس اہل بدعت کا ہے،جس کی تکفیر پر غیر حنفی فقہا بھی متفق ہوں، پس یہاں بدعت سے وہی بدعت مراد ہوگی،جس کے سبب تکفیر میں فقہا کا اتفاق ہو۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اعلام میں ہمارے علمائے سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول(او صدق کلام اھل الاھواء–او قال عندی کلامھم کلام معنوی–اومعناہ صحیح–اوحسن رسوم الکفار:الخ)

وحَمَلَ العلامۃُ ابن حجر اَھْلَ الْاَھْوَاءِ عَلَی الَّذین نُکَفِّرُھُمْ بِبِدْعَتِھِمْ–قُلْتُ:وھو کَمَا اَفَادَ–وَلَا یَسْتَقِیْمُ التَّخْرِیْجُ عَلٰی قَوْلِ مَنْ اَطْلَقَ

الْاِکْفَارَ بِکُلِّ بِدْعَةٍ-فَاِنَّ الْکَلَامَ فِی الْکُفْرِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْهِ-فَلْیَتَنَبَّهْ)

(یا اس نے بدمذہبوں کے کلام کی تصدیق کی ، یا کہا کہ میرے نزدیک ان کا کلام بامعنی ہے، یا اس کا معنی صحیح ہے، یا کافروں کی رسموں کی تحسین کی :الخ۔امام ابن حجر نے ''بد مذہبوں'' کو ان لوگوں پر محمول کیا ہے جن کو ان کی بدعت کی وجہ سے ہم کافر قرار دیتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے جیسا امام ابن حجر نے افادہ فرمایا، اور اس شخص کے قول پر تخریج درست نہ ہوگی ، جو ہر اہل بدعت کو مطلقاً کافر کہتا ہے، کیوں کہ کلام اس کفر میں ہے جو متفق علیہ ہے۔خبردار ہونا چاہئے۔ت)''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد27:ص158 - جامعہ نظامیہ لاہور)

علامہ ہیتمی نے مذکورہ بالا عبارت کفر متفق علیہ کے بیان میں تحریر فرمائی ہے ۔کفر کلامی امت مسلمہ کے یہاں متفق علیہ ہوتا ہے۔ کفر فقہی جس کے کفر ہونے پر تمام مذاہب فقہیہ کا اتفاق ہو، اس میں گرچہ متکلمین کا لفظی وتعبیری اختلاف ہوتا ہے، لیکن معنوی اتفاق ہوتا ہے، لہٰذا معنوی طور پر وہ بھی کفر متفق علیہ ہے۔

جب کوئی شخص کفر متفق علیہ کی تاویل کرے، اس کو مطابق اسلام ثابت کرے، اور کفر کا انکار کرے تو اس پر حکم کفر عائد ہوگا۔اگر کفر کلامی میں تاویل کے ذریعہ اس کا انکار کرے تو منکر کافر کلامی ہے۔ اگر کفر فقہی میں تاویل کے ذریعہ اس کا انکار کرے تو منکر کافر فقہی ہے۔ متکلمین کفر فقہی کا صرف نام بدلتے ہیں، انکار نہیں کرتے۔

علامہ ہیتمی کے قول (وَاَمَّا مَنْ لَا نُکَفِّرُهُمْ فَتَصْدِیْقُهُمْ غَیْرُ کُفْر) کا مفہوم یہ ہے کہ جو کفر اجماعی نہیں، بلکہ کفر اجتہادی ہے۔اس کا انکار کفر نہیں ۔مجتہد ومحقق کو اپنے اجتہاد وتحقیق کے سبب انکار کا حق ہوگا ، پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ وہاں حرمت وعدم جواز کا حکم ثابت ہوتا ہے، یا نہیں ۔دراصل محتمل کفریہ کلام جس میں عدم کفر کا احتمال قریب ہو، اس میں

اختلاف ہوتا ہے۔اسی طرح وہ محتمل کلام جس میں متعدد معانی کا مساوی احتمال ہو،اس میں بھی قائل کی مراد معلوم نہ ہوتو اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔وہ محتمل کلام جس میں عدم کفر کا احتمال بعید ہو،جیسے جب کلام کفر یہ معنی میں صریح متبین ہوتو اس کے کفر ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف نہیں ہوتا۔فقہائے کرام احتمال بعید کو قبول ہی نہیں کرتے ،اور کفر فقہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔متکلمین کفر فقہی کا نام ضلالت رکھتے ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ تکفیر کلامی اجتہادی یا غیر اجتہادی

اگر''من شک'' کی یہ تشریح کی جائے کہ جس کی تحقیق میں مجرم کا کافر ہونا ثابت ہو، وہ کافر مانے۔تب کافر کلامی کو کافر ماننا اجتہادیات میں سے ہوجائے گا۔نہ ضروریات دین سے ہوگا،نہ ضروریات اہل سنت سے۔''من شک'' کی مذکورہ تشریح اسلام کے قطعی قانون کی تبدیلی اورتحریف ہے۔مذکورہ قانون قرآن وحدیث اوراجماع متصل سے ثابت ہے، اور یہ قانون بھی ضروریات دین سے ہے۔

مسئلہ تکفیر کو تحقیقی کہنے کا مفہوم صرف یہ ہے کہ علمائے اسلام اصول شرع کی روشنی میں تحقیق کے ذریعہ مجرم کا حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔ان مجرمین کے کفر کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں۔تحقیقی کا مفہوم یہ نہیں کہ وہ اجتہادی ہے، بلکہ یہاں تحقیقی بمقابل سمعی ہے۔ابلیس وعہد نبوی کے منافقین کا کفر دلیل سمعی سے ثابت ہے۔بہت سی بت پرست قوموں کا ذکر دلیل سمعی میں نہیں، پھر بھی وہ قطعی کافر ہیں۔

کفر فقہی ظنی میں کب حکم کفر عائد ہوگا؟

فقہا نے جن ظنی کفریات کو کفر بتایا ہے،ان کفریات کا قائل جب وہی معنی مراد لے،جس بنا پر فقہا نے ان کلمات کو کفر کہا ہے،تب قائل پر حکم کفر جاری ہوگا۔اگر قائل نے غیر کفری معنی مراد لیا ہے تو حکم کفر جاری نہیں ہوگا۔یہ کیفیت محتمل کلام میں ہوگی ،یعنی جہاں

متعدد معانی کا احتمال ہو، اسی طرح کفر لزومی میں بھی یہ کیفیت پائی جائے گی ، یعنی بعض تاویل قریب کے مطابق کسی ضروری دینی کا انکار لازم آتا ہو، اور بعض تاویل قریب کے مطابق ضروری دینی کا انکار لازم نہ آتا ہو، تب یہ حکم ہے کہ فقہا نے جس معنی کو کفر قرار دیا ہے ، قائل کی وہی مراد ہے تو حکم کفر عائد ہوگا ۔ اگر ضروری دینی کا انکار لزوم بین کے طور پر ہو تو فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں حکم کفر عائد ہوگا۔ اسی طرح اگر تاویل بعید کے اعتبار سے حکم کفر لازم نہیں آتا ہے تو فقہا کے یہاں تاویل بعید کا لحاظ نہیں ہوگا اور حکم کفر عائد ہوگا۔

امام عبد الغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے رقم فرمایا: (**جمیع ما وقع فی کتب الفتاوٰی من کلمات الکفر التی صرح المصنفون فیها بالجزم بالکفر یکون الکفر فیها محمولًا علٰی ارادة قائلها المعنی عللوا به الکفر- واذا لم تکن ارادة قائلها ذلک فلا کفر**) (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ: جلد اول: ص 304 - مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد: پاکستان)

ترجمہ: فتاویٰ کی کتابوں میں مرقوم وہ تمام کفریہ کلمات جن کے بارے میں مصنفین فتاویٰ نے کفر کے یقینی ہونے کی صراحت فرمائی ہے، ان کلمات میں ان کے قائلین کے وہ معنی مراد لینے پر کفر محمول ہوگا جس معنی کے سبب مصنفین نے (ان کلمات کو) کفر بتایا، اور جب ان کلمات کے قائلین کی مراد وہ معنی نہ ہو تو کفر نہیں۔

جس کفر فقہی ظنی کے کفر ہونے پر تمام مذاہب فقہیہ کے فقہا کا اجماع ہو، اس اجماعی کفر فقہی ظنی کے قائل پر متکلمین بدعت وضلالت کا حکم نافذ کریں گے ۔ جس کفر فقہی ظنی میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہو، پس اختلاف کرنے والے فقہائے کرام اگر ایسے قول کو ناجائز وحرام کہتے ہوں تو متکلمین بھی اس قائل کو گنہ گار قرار دیں گے ۔ آئندہ صفحات میں اس کی بحث مرقوم ہے: **والله الهادی والموفق وهو المستعان- والصلٰوة**

والسلام علیٰ حبیب الرحمٰن وعلیٰ آلہ واصحابہ ذوی الفضل والاحسان۔

کفر فقہی ظنی اور متکلمین

دلائل سے ظاہر ہے کہ جس کفر فقہی ظنی کے کفر ہونے پر تمام مذاہب فقہیہ کے فقہا کا اجماع ہو،اس اجماعی کفر فقہی ظنی کے قائل پر متکلمین بدعت کا حکم نافذ کریں گے۔

جس کفر فقہی ظنی میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہو،اس میں اختلاف کرنے والے فقہائے کرام اگر ایسے قول کو ناجائز وحرام اور قائل کو فاسق کہتے ہوں تو متکلمین بھی اس قائل کو فاسق قرار دیں گے۔بدعتی یا گمراہ نہیں کہیں گے،کیوں کہ فقہائے کرام کا اس کے کفر ہونے پر اجماع نہیں۔فقہا کا فریق دوم جو کہے،اسی حکم کو متکلمین تسلیم کریں گے۔

کفر فقہی ظنی میں جب تمام مذاہب فقہیہ کے فقہائے کرام کا اجماع ہو،تب متکلمین بدعت وضلالت کا حکم نافذ کریں گے،جیسے تقلید شخصی پر اہل سنت کا اجماع ہے۔تقلید شخصی کا منکر بدعتی وگمراہ ہے۔اسی طرح تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اہل سنت کا اجماع ہے۔اس کے منکر یعنی فرقہ تفضیلیہ پر ضلالت وبدعت کا حکم ہے۔

اجماع فقہا کا منکر بدعتی

جس امر پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع قطعی منصوص (اجماع قولی،غیر سکوتی)ہو،اور وہ تواتر کے ساتھ مروی ہو،تو متکلمین کے یہاں اس کا انکار ضلالت وگمرہی ہے۔ایسا اجماعی امر ضروریات اہل سنت سے ہے۔

جس امر پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع سکوتی ہو،یا فقہائے غیر صحابہ کا جس پر اجماع ہو،اس کا انکار بدعت ہے۔

کفر فقہی ظنی جو تمام فقہا کے یہاں اجماعی ہو،وہ بھی متکلمین کے یہاں بدعت ہوگا، کیوں کہ تمام فقہائے کرام کا اس امر کے کفر ہونے پر اجماع ہے،اور حضرات صحابہ کرام کے

اجماع قطعی منصوص کے علاوہ دیگر تمام اجماعی امور کا منکر متکلمین کے یہاں بدعتی ہے، پس فقہائے کرام کے یہاں اجماعی ظنی کفر فقہی کا مرتکب متکلمین کے یہاں بدعتی ہونا چاہئے۔ تادم تحریر کہیں صریح حکم نہیں مل سکا۔ جو دلائل سے ظاہر ہوا، وہ رقم کیا گیا۔

واضح رہے کہ فرض اعتقادی پر بھی مجتہدین غیر صحابہ کا اجماع ہوتا ہے، لیکن وہ امر اپنی قطعی بالمعنی الاعم دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا شمار ضروریات اہل سنت میں ہوتا ہے۔ اس کے انکار کا حکم وہی ہے جو ضروریات اہل سنت کے انکار کا حکم ہے۔

الغرض فرض اعتقادی کی فرضیت پر مجتہدین کرام کا اجماع ضرور ہوتا ہے، لیکن وہ اجماع مجتہدین سے ثابت نہیں ہوتا ہے، بلکہ اپنی قطعی بالمعنی الاعم دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ اجماع مجتہدین سے اس کی قطعیت کی تاکید ہوتی ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا: **(فان قیل: هذا یقتضی ان لا یجوز الاجماع عن قطعی اصلًا لوقوعه لغوًا-قلنا المراد انه لو اشترط کون السند قطعیا لکان الاجماع الذی هو احد الادلة لغوًا بمعنٰی انه لا یثبت حکمًا ولا یوجب امرًا مقصودًا فی شیء من الصور-اذ التاکید لیس بمقصود اصلی بخلاف ما اذا لم یشترط-فان السند اذا کان ظنیًّا فهو یفید اثبات الحکم بطریق القطع-واذا کان قطعیا فهو یفید التاکید کما فی النصوص المتعاضدة علٰی حکم واحد فلا یکون لغوًا بین الادلة)** (التلویح: جلد دوم: ص52)

ترجمہ: پس اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ قول چاہتا ہے کہ کسی قطعی حکم کے بارے میں بالکل اجماع واقع نہ ہو (ایسی صورت میں) اجماع کے لغو ہو جانے کی وجہ سے؟

ہم جواب دیں گے کہ مراد یہ ہے کہ اگر سند کے قطعی ہونے کی شرط لگا دی جائے تو اجماع جو ادلہ اربعہ میں سے ایک ہے، وہ ضرور لغو ہو کر رہ جائے گا۔ مطلب یہ کہ اجماع کسی

حکم کو ثابت نہیں کر سکے گا، اور کسی صورت میں کسی امر مقصود کا اثبات نہ کر سکے گا، اس لیے کہ تا کید مقصود اصلی نہیں ہے (اور دلیل کے قطعی ہونے کی شکل میں اجماع صرف قطعیت کی تا کید کرے گا، کیوں کہ حکم کا ثبوت پہلے سے موجود ہے)، برعکس اس کے کہ جب سند کی قطعیت کی شرط نہ لگائی جائے، اس لیے کہ سند جب ظنی ہوگی تو اجماع، بطریق یقین حکم کے ثبوت کا افادہ کرے گا، اور جب سند قطعی ہو تو اجماع تا کید کا فائدہ دے گا، جیسا کہ ان نصوص میں ہوتا ہے جو ایک حکم کو تقویت دیتی ہیں، پس (اس طرح) اجماع ادلہ اربعہ کے درمیان ایک لغو دلیل نہ ہوگا۔

(واذا کان قطعیا فھو یفید التاکید کما فی النصوص المتعاضدۃ علٰی حکم واحد) سے واضح ہے کہ سند اجماع جب قطعی ہو تو اجماع صرف اس حکم کی تقویت وتا کید کرے گا۔ وہ قطعی حکم اجماع سے ثابت نہیں ہوگا۔

اجماع متصل کے انکار کا حکم

میر سید شریف جرجانی حنفی نے رقم فرمایا: **((خرق الاجماع) مطلقًا (لیس بکفر) بل خرق الاجماع القطعی الذی صار من ضروریات الدین)**

(شرح مواقف: ص 727 - مطبع: نول کشور لکھنو)

ترجمہ: مطلقاً اجماع کا انکار کفر نہیں، بلکہ اس اجماع قطعی کا انکار کفر ہے جو ضروریات دین میں سے ہو۔

ہر اجماعی امر کا انکار کفر نہیں، بلکہ ایسے قطعی اجماعی امر کا انکار کفر ہے جو اجماعی امر ضروریات دین سے ہو۔ ضروریات دین میں جو اجماع ہوتا ہے، اس کو اجماع متصل کہا جاتا ہے۔ یہ اجماع شرعی (اجماع مجرد) نہیں ہے۔ اجماع شرعی کا انعقاد عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہوتا ہے، جب کہ اجماع متصل عہد رسالت میں منعقد ہوتا ہے۔

اجماع متصل سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے کوئی حکم شرعی سماعت کیا، جن کی خبر، خبر متواتر ہو جائے، پھر دیگر صحابہ کرام کو تواتر کے ساتھ وہ حکم شرعی موصول ہو، اور اس حکم پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اتفاق ہوگا، کیوں کہ وہ امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، پس اسی اتفاق کا نام اجماع متصل ہے، ایسے امر دینی کو اجماعی کہا جاتا ہے اور ایسا امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوتا ہے، پس اسے امر متواتر بھی کہا جاتا ہے۔ ایسے تمام امور دینیہ ضروریات دین میں سے ہیں۔

اجماع متصل اور اجماع مجرد کے انکار کا حکم

علامہ میر سید شریف جرجانی نے رقم فرمایا: ((**ولا یکفر احد من اهل القبلة الا بما فیه نفی الصانع القادر العالم–اوشرک–او انکار النبوة–اوانکارما علم مجیئه علیه الصلوٰة والسلام ضرورةً–اوانکارالمجمع علیه کاستحلال المحرمات**)**التی اجمع علیٰ حرمتها–فان کان ذلک المجمع علیه مما علم ضرورةً من الدین فذاک ظاهر داخل فیما تقدم ذکره–والا فان کان اجماعًا ظنیًّا فلا کفر بمخالتفه–وان کان قطعیًّا ففیه خلافٌ**(**واما ماعداه فالقائل به مبتدع غیر کافر–وللفقهاء فی معاملتهم خلاف–هوخارج عن فَنِّنَا**)) (شرح مواقف: ص 762- مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: (اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، مگر اس کے سبب جس میں اللہ تعالیٰ کی نفی ہو، یا شرک ہو، یا نبوت کا انکار ہو، یا اس امر دینی کا انکار ہو جس کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لانا بداہۃً ثابت ہو، یا اجماعی امر کا انکار ہو جیسے محرمات کو حلال قرار دینا) کہ جن کی حرمت پر اجماع ہو، پس اگر وہ اجماعی امر اس سے جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم

ہوتو ظاہر ہے کہ یہ اس میں داخل ہے، جس کا ماقبل میں ذکر ہو چکا، ورنہ، پس اگر وہ اجماع ظنی ہوتو اس کی مخالفت کے سبب کفر نہیں اور اگر وہ اجماع قطعی ہوتو اس میں اختلاف ہے۔

(اور جو اس کے علاوہ ہوتو اس کا قائل بدعتی وغیر کافر ہے، اور فقہا کا ان کے معاملے میں اختلاف ہے اور وہ ہمارے فن سے خارج ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں اجماع متصل سے ثابت شدہ امور اور اجماع مجرد سے ثابت شدہ اجماعی امور کے انکار کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اجماع مجرد اجماع شرعی ہے، یعنی مجتہدین اسلام کا کسی امر پر اجماع۔ اجماع مجرد کا انعقاد عہد رسالت کے بعد ہوگا۔

(والا فان کان اجماعًا ظنیًّا فلا کفر بمخالتفه–وان کان قطعیًّا ففیه خلافٌ(واما ماعداه فالقائل به مبتدع غیر کافر) کا مفہوم یہ ہے کہ اجماع قطعی یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص (اجماع قولی) سے جو امر ثابت ہو، اس کے انکار میں اختلاف ہے۔ فقہائے احناف کے یہاں اس کا انکار کفر ہے، اور متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی ہے۔ ایسا امر ضروریات اہل سنت میں شامل ہے۔

اس کے علاوہ جو اجماع ہے، وہ ظنی اجماع ہے۔ اجماع ظنی سے ثابت ہونے والے امور کا انکار متکلمین کے یہاں بدعت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص کے علاوہ مزید تین قسم کے اجماع شرعی ہیں۔

(1) حضرات صحابہ کرام کا اجماع سکوتی۔ (2) مجتہدین غیر صحابہ کا اس امر پر اجماع جس کے بارے میں عہد ماقبل میں اختلاف نہ ہو۔

(3) مجتہدین غیر صحابہ کا اس امر پر اجماع جس میں ماقبل میں اختلاف ہو۔

اجماع ظنی کے احکام

صحابہ کرام کے اجماع سکوتی اور مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت ہونے

والے مسائل دراصل ظنی ہیں،لیکن فقہائے کرام اپنی اصطلاح میں اجماع سکوتی اور مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت شدہ مسائل کو بھی قطعی کہتے ہیں۔یہ قطعی کی تیسری قسم ہے۔

مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع کی دو قسمیں ہیں۔اگر اس امر میں صحابہ کرام سے کوئی اختلاف منقول نہیں،اور مابعد کے زمانے میں اس پر اجماع منعقد ہو گیا تو یہ اجماع خبر مشہور کی طرح ہے۔اس کے انکار پر فقہائے کرام گمرہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔

اگر ماقبل میں اختلاف ہو چکا ہو،پھر کسی عہد میں مجتہدین کا اجماع ہوا تو اس کی حیثیت خبر واحد کی طرح ہے۔اس کے انکار کا حکم وہی ہے جو خبر واحد کے انکار کا حکم ہے۔

ملا احمد جیون قدس سرہ العزیز نے اجماع کے احکام کو بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

((ثـم هـو على مراتب)اى فى نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فـى الـقوة والضعف واليقين والظن(فالاقوى اجماع الصحابة نصا)مثل ان يـقـولوا جميعا،اجمعنا على كذا(فانه مثل الأية والخبر المتواتر)حتى يكفر جـاحـده ومـنه الاجماع على خلافة ابى بكر(ثم الذى نص البعض وسكت البـاقون)من الصحابة وهو المسمى بالاجماع السكوتى،ولا يكفر جاحده وان كان من الادلة القطعية.

(ثـم اجـمـاع مـن بـعدهم)اى بعد الصحابة من اهل كل عصر(على حكم لم يظهر فيه خلاف من سبقهم)من الصحابة فهو بمنزلة الخبر المشهور يـفـيـد الـطـمانية دون اليقين(ثم اجماعهم علىٰ قول سبق فيه مخالف)يعنى اختـلـفـوا اولا عـلـى قولين،ثم اجمع من بعدهم على قول واحد،فهذا دون الـكل فهو بمنزلة خبر الواحد يوجب العمل دون العلم،ويكون مقدما على القياس كخبر الواحد) (نور الانوار:ص222-223:طبع ہندی)

ترجمہ:اجماع کے چند درجات ہیں،یعنی اس کی نقل سے قطع نظر کرتے ہوئے،قوت

وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے اجماع کے چند مراتب ہیں۔

(۱) پس سب سے قوی صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے، جیسے تمام صحابہ کرام ارشاد فرمائیں کہ ہم نے اس پر اجماع کیا، پس یہ آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کی طرح ہے، یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہو جائے گا، اور اسی میں سے خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ ہے۔

(۲) پھر وہ اجماع صحابہ جس کا بعض اظہار کریں اور باقی صحابہ کرام سکوت فرمائیں ، اور اسی کا نام اجماع سکوتی ہے، اور اس کا منکر کافر نہیں، گرچہ یہ دلائل قطعیہ میں سے ہے۔

(۳) پھر حضرات صحابہ کرام کے بعد ہر زمانے والوں کا اجماع کسی ایسے حکم پر جس میں سابقین یعنی صحابہ کرام کا اختلاف نہ ہو، پس یہ خبر مشہور کی منزل میں ہے، یہ علم طمانیت کا افادہ کرتا ہے، علم یقینی کا نہیں۔

(۴) پھر غیر صحابہ کا اجماع ایسے قول پر جس میں مخالف گزر چکا ہو، یعنی پہلے دو قول پر مختلف ہو چکے ہوں، پھر ان حضرات کے بعد ایک قول پر اجماع ہو تو یہ اجماع سب سے کم درجے کا ہے، پس یہ خبر واحد کی منزل میں ہے جو عمل کو واجب کرتا ہے، نہ کہ یقین کو، اور یہ خبر واحد کی طرح قیاس پر مقدم ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع مجرد کی چار قسموں کا ذکر ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص (اجماع قولی) واجماع سکوتی کا ذکر ہے، اور حضرات مجتہدین غیر صحابہ کے دونوں قسم کے اجماع کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

یہ نکتہ ذہن نشیں رہے کہ فقہائے احناف قطعیات کے انکار پر حکم کفر عائد کرتے ہیں، خواہ وہ امور قطعی بالمعنی الاخص (ضروریات دین) ہوں یا قطعی بالمعنی الاعم (ضروریات اہل سنت)، لہٰذا خلافت صدیقی سے انکار کو آیت قرآنیہ کے انکار کے مماثل بتایا گیا، یعنی فقہائے احناف کے یہاں دونوں کا منکر کافر ہے۔ متکلمین کے یہاں آیت قرآنیہ کا مفسر انکار کفر کلامی ہے اور خلافت صدیقی کا انکار ضلالت و گمرہی۔

خلافت صدیقی کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔حضرات صحابہ کرام کے اجماع منصوص (اجماع قولی غیر سکوتی) سے یہ ثابت ہے، اور صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت ہونے والا امر قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔

فصل چہارم

صمصام سنیت کی عبارت پر دیوبندی اعتراض

فرقہ دیوبندیہ کا اعتراض ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''صمصام سنیت'' میں اسماعیل دہلوی کے کفر کو کفر التزامی کہا، پھر بھی اسے کافر نہیں کہا۔

اگر دیوبندی لوگ کسی پر اعتراض کی بجائے اپنے ایمان کی فکر کرتے تو امید تھی کہ راہ حق کو پالیتے۔اس رسالے کا پس منظر اور دیوبندی اعتراض کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

حامی سنت ماحی بدعت حضرت مولانا حافظ قاضی محمد عبد الوحید حنفی فردوسی علیہ الرحمۃ والرضوان :منتظم ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) نے 27:محرم الحرام 1316ھ کو امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کا رسالہ''سل السیوف الہندیۃ علیٰ کفریات بابا النجدیۃ'' اراکین ندوہ میں سے (1) صدر ندوہ: لطف اللہ حیدر آبادی، (2) ناظم ندوہ: محمد علی مونگیری اور (3) رکن ندوہ: شاہ سلیمان پھلواروی کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا۔

امام اہل سنت قدس سرہ القوی نے مذکورہ رسالہ میں اسماعیل دہلوی کی کفریہ عبارتوں پر بحث فرمائی ہے۔حیدر آباد کے کسی عبد اللہ نامی شخص نے اسماعیل دہلوی کی حمایت میں چند صفحاتی تحریر لکھ کر حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی علیہ الرحمۃ والرضوان کو بھیجا۔

حضرت قاضی عبد الوحید قدس سرہ القوی نے اس کا جواب ایک مختصر رسالہ میں دیا۔

وہی رسالہ''صمصام سنیت بگلوئے نجدیت''(1316) کے نام سے موسوم ہے۔

اس رسالے کو امام اہل سنت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ

اس رسالے کے مضامین امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی تحریروں سے ماخوذ ہیں۔

قاضی عبد الوحید فردوسی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسی رسالے میں عبد اللہ حیدرآبادی کے مکتوب کے جواب میں درج ذیل عبارت لکھی:

''بالجملہ کفر یہ اولیٰ میں علم قدیم الٰہی کا انکار کلام اسماعیل سے ہرگز لزوماً ثابت نہیں، بلکہ بالیقین التزاماً ہے۔اب آپ اپنا لکھا یاد فرمائیں کہ علم قدیم کی نسبت اختیار کی صراحت ہوئی تو حکم کفر کا چنداں مضایقہ نہ تھا''۔

(صمصام سنیت بگلوئے نجدیت ص 97-96-مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:

''کفر یہ اول: تقویۃ الایمان، مطبع فاروقی دہلی، ص ۲۰: ''غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے، کر لیجیے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے''۔

اس کا صاف یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔جب چاہے، غیب کی بات دریافت کر لے تو صراحۃً لازم کہ اسے بالفعل علم غیب حاصل نہیں۔ہاں، حاصل کر لینے کا اختیار رکھتا ہے۔یہاں صراحۃً اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کیا اور اس کے علم قدیم کو ازلی نہ مانا اور اس کی صفت کو اختیاری جانا۔یہ تینوں باتیں صریح کفر ہیں''۔

(سل السیوف الہندیہ علیٰ کفریات بابا النجدیہ: ص 242-241)

حیدرآبادی نے لکھا: ''یہ بھی ظاہر ہے کہ لزوم کفر کفر نہیں، بلکہ التزام کفر کفر ہے، پس سوال اول میں جو آپ لکھتے ہیں کہ صراحۃً لازم کہ اسے بالفعل علم غیب حاصل نہیں: انتہی

اور اس لزوم سے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔بعید از انصاف ہے۔اگر آیت ''لیعلم اللہ'' کو ملاحظہ فرمایا ہوتا اور اس کی تفسیر دیکھی ہوتی تو شاید اس قدر جرأت نہ ہوتی۔البتہ علم قدیم باری تعالیٰ کی نسبت اختیاری ہونے کی قائل کے کلام میں صراحت ہوئی تو حکم کفر کا چنداں

مضایقہ نہ تھا''۔(صمصام سنیت ص69-68-مطبع اہل سنت بریلی)

قاضی عبد الوحید فردوسی نے حیدرآبادی کے الزامی جواب کے طور پر مذکورہ بالا عبارت رقم فرمائی۔اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جب حیدرآبادی مسئلہ علم الٰہی میں اسماعیل دہلوی کے لیے التزامی کفر مانتا ہے،اور یہ بھی لکھتا ہے کہ اس اعتبار سے اسماعیل پر حکم کفر میں کوئی مضایقہ نہیں تو حیدرآبادی کو چاہئے کہ اس مسئلہ کے اعتبار سے اسماعیل کو کافر مانے ، کیوں کہ التزامی کفر کے وقت حیدرآبادی بھی کفر کو تسلیم کرتا ہے،گر چہ لزوم کفر پر حکم کفر عائد کرنے کو تسلیم نہیں کرتا۔مذکورہ مسئلہ میں جب اسماعیل پر التزامی کفر ثابت ہے تو حیدرآبادی کا انکار اسی کی تحریر کی روشنی میں غلط ہے۔

دیوبندی اعتراض کی تفصیل

دیابنہ کے اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ کفر التزامی کفر کلامی ہے۔جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی نے اسماعیل دہلوی کے کفر کو کفر کلامی مان لیا تو پھر دہلوی کو کافر کیوں نہیں کہا؟

اب تک تو سنی حضرات یہ تاویل کرتے رہے کہ اسماعیل دہلوی کا کفر،کفر فقہی ہے، اوراعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اس لیے آپ نے اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہا،لیکن صمصام سنیت کی عبارت بتا رہی ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے یہاں اسماعیل دہلوی کی بعض عبارتیں کفر کلامی کی ہیں،پس ایسی صورت میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہ کہنے کی وجہ کیا ہے؟

دیوبندی اعتراض کا جواب

یہ غلط فہمی ہے کہ ہر کفر التزامی،کفر کلامی ہے۔کفر صریح کو کفر التزامی کہا جاتا ہے۔
صریح کی دو قسمیں ہیں:(الف)صریح متعین (ب)صریح متبین ۔
مفسر صریح متعین ہے،اور نص صریح متبین ہے۔

مفسر میں احتمال بعید کی گنجائش نہیں ہوتی۔نص میں احتمال بعید کی گنجائش ہوتی ہے۔

متکلمین احتمال بعید کو قبول کرتے ہیں اور احتمال بعید کے وقت کفر کا حکم نہیں دیتے، بلکہ ضلالت وگمرہی کا حکم دیتے ہیں۔فقہا احتمال بعید کو قبول نہیں کرتے۔وہ احتمال بعید کی صورت میں بھی کفر کا حکم دیتے ہیں۔احتمال باطل کو فقہا اور متکلمین دونوں قبول نہیں کرتے۔

جو کفر صریح متعین ہو،یعنی جو کفر،مفسر ہو،وہ متکلمین کے یہاں کفر التزامی ہے۔اس وقت متکلمین حکم کفر جاری کرتے ہیں۔کفر مفسر کو کفر کلامی کہا جاتا ہے۔اس میں تاویل قریب یا تاویل بعید کی گنجائش نہیں ہوتی۔

متکلمین کفر کلامی کے علاوہ ہر کفر کو کفر لزومی کہتے ہیں اور فقہا کے یہاں فرق ہے۔

فقہا کفر متبین اور کفر متعین،یعنی کفر صریح کی دونوں قسموں کو کفر التزامی کہتے ہیں اور ان دونوں کے علاوہ جو کفر کی قسمیں ہیں،ان کو کفر لزومی کہتے ہیں۔

الحاصل فقہا کے یہاں کفر متبین کفر التزامی ہے اور متکلمین کے یہاں کفر متبین بھی کفر لزومی ہے۔فقہا کے یہاں کفر التزامی کی دو قسمیں ہیں:کفر متبین اور کفر متعین۔

متکلمین کے یہاں کفر التزامی کی صرف ایک قسم ہے،یعنی کفر متعین۔اسی کفر متعین کو کفر کلامی کہا جاتا ہے۔

چوں کہ فقہا کے یہاں کفر متبین بھی کفر التزامی ہے،اس لیے وہ کفر متبین میں بھی ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال فرماتے ہیں،جیسا کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی میں اس اصول کو علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے استعمال فرمایا۔بعض اہل علم کو یہاں غلط فہمی ہوئی اور سمجھ بیٹھے کہ''من شک:الخ'' کا استعمال صرف کفر کلامی میں ہوتا ہے۔

دراصل کفر صریح (کفر التزامی) میں اس کلیہ (من شک:الخ) کا استعمال ہوتا ہے۔

کفر متبین میں احتمال بعید ہوتا ہے،اور احتمال بعید متکلمین کے یہاں قبول کیا جاتا ہے

،لیکن چوں کہ احتمال بعید پر کوئی دلیل نہیں ہوتی (احتمال بلا دلیل کا نام احتمال بعید ہے، پھر اس احتمال پر دلیل پائے جانے کا سوال ہی نہیں) تو احتمال کا لحاظ کر کے متکلمین حکم کفر جاری نہیں کرتے اور عدم دلیل کا لحاظ کر کے حکم ضلالت جاری کرتے ہیں ۔کفر فقہی میں فقہا و متکلمین کا محض لفظی اختلاف ہے۔جس کو فقہائے کرام کفر فقہی کا نام دیتے ہیں، متکلمین اس کو ضلالت کہتے ہیں۔اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی بحث،البرکات: رسالہ دہم میں ہے۔

سل السیوف الہندیہ اور الکوکبۃ الشہابیہ میں مذہب فقہا کے مطابق دہلوی کی عبارتوں سے بحث ہے،اس لیےاس میں مذہب فقہا کے مطابق اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے۔اس کا ذکر حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ القوی نے ’’الموت الاحمر‘‘میں فرمایا ہے۔

’’صمصام سنیت‘‘میں بھی مذہب فقہا کے مطابق دہلوی کی عبارتوں سے بحث ہے، پس جہاں دہلوی کی عبارتوں یں کفر متبین ہے،وہاں مذہب فقہا کے مطابق کفر التزامی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے،اور جہاں دہلوی کی عبارتوں میں کفر متبین نہیں ، اسے مذہب فقہا کے مطابق کفر لزومی کہا گیا۔مذہب متکلمین کے مطابق دہلوی کی کسی عبارت میں کفر التزامی نہیں ، بلکہ ساری عبارتیں کفر لزومی کی ہیں ۔دہلوی کی عبارتوں میں کفر متعین (کفر مفسر) نہیں پایا جاتا،پس مذہب متکلمین کے مطابق کفر التزامی نہیں پایا گیا۔

کفر کلامی کا تعین اور کفر فقہی کی قسموں کا بیان

(1)اگر کسی ضروری دینی کا مفسر انکار،علم یقینی ہوتے ہوئے ، ہوش وحواس کے ساتھ ،اپنے قصد واختیار سے کرے،تو یہ کفر ہے۔خواہ تاویل کے ساتھ انکار ہو یا بلا تاویل،دونوں صورت میں فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں حکم کفر ہے۔یہ کفر التزامی و کفر کلامی ہے۔

(2)اگر کسی ضروری دینی کا انکار بطریق نص ہو،خواہ تاویل کے ساتھ انکار ہو، یا بلا تاویل ،دونوں صورت میں یہ انکار فقہا کے یہاں کفر اور متکلمین کے یہاں ضلالت ہے،

کیوں کہ متکلمین کے یہاں التزام کفر نہیں پایا گیا، بلکہ تاویل بعید کی گنجائش ہے، اور فقہا کے یہاں التزام کفر ثابت ہو گیا اور تاویل بعید فقہا کے یہاں مقبول نہیں۔ہم نے اس قسم کا نام کفر فقہی قطعی رکھا ہے۔

(3) اگر کسی ضروری دینی کا انکار بطریق لزوم ہو، یعنی ترتیب مقدمات کے بعد ضروری دینی کا انکار لازم آتا ہو، لیکن قطعی طور پر منکر نے اس کا انکار نہیں کیا تو یہ کفر فقہی لزومی ظنی ہے۔متکلمین کفر فقہی لزومی ظنی کی بعض صورتوں کو ضلالت کہتے ہیں، اور بعض صورتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

کذب کا محض امکان عقلی ماننے سے صدق الٰہی کا انکار لازم آتا ہے، اور کذب کا امکان وقوعی مان لینے سے صدق الٰہی کا قطعی بالمعنی الاخص بطلان ہو جاتا ہے۔ خلافت صدیقی کے انکار کے سبب تضلیل جمیع صحابہ لازم آتی ہے، لیکن روافض نے تضلیل جمیع صحابہ کا اقرار نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام میں جو اہل بیت ہیں، ان کو روافض اپنا مقتدا مانتے ہیں۔ یہ فقہا کے یہاں کفر اور متکلمین کے یہاں ضلالت ہے۔اس سبب سے متکلمین روافض کو گمراہ اور فقہا کافر کہتے ہیں۔اگر تضلیل جمیع صحابہ بطریق مفسر ہو تو متکلمین کے یہاں بھی کفر ہوگا۔

(4) ضروریات دین کی قسم دوم یعنی ضروریات اہل سنت (قطعی بالمعنی الاعم امور) کا علم کی حالت میں تاویل کے ساتھ انکار فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کفر اور متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی ہے۔خواہ یہ انکار مفسر طور پر ہو، یا نص کے طور پر۔

(5) اگر ضروریات اہل سنت (قطعی بالمعنی الاعم امور) کا انکار بطریق لزوم ہو، یعنی ترتیب مقدمات کے بعد انکار لازم آتا ہو، لیکن قطعی وصریح طور پر منکر نے اس کا انکار نہیں کیا تو یہ فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کفر فقہی لزومی میں شامل ہوگا۔

اب جن کے یہاں لزوم کفر ثابت ہوگا، وہ اس کلام کو کفریہ قرار دیں گے۔جن کے

یہاں لزوم ثابت نہیں ہوگا، وہ اس کلام کو کفریہ قرار نہیں دیں گے۔

(6) ضروریات اہل سنت یا کسی امر غیر ضروری دینی کو دین کا امر قطعی مان کر بلا تاویل اس کا مفسر انکار کرنا تحقیر دین اور کفر کلامی ہے۔ غیر مفسر انکار فقہا کے یہاں کفر اور متکلمین کے یہاں ضلالت ہے، جیسے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کر کے محض قول نبوی ہونے کے سبب اس کا مفسر انکار شان نبوی کی تنقیص کے سبب کفر کلامی ہے۔ اس کا ظاہر ونص کے طور پر انکار فقہا کے یہاں کفر اور متکلمین کے یہاں ضلالت ہے۔

(7) بعض فقہا غیر صحابہ کے اجماعی امور کے انکار کو بھی کفر کہتے ہیں۔ یہ متکلمین کی بحث سے خارج ہے، یعنی فقہی بحث میں داخل ہے۔ یہ حرام ہوگا اور متکلمین حرمت وعدم جواز سے بحث نہیں کرتے۔ کبھی ضمنی طور پر حرام وناجائز کی بحث علم کلام میں شامل کی جاتی ہے۔

(8) کفر محتمل جہاں تاویل قریب کی گنجائش موجود ہو، وہاں فقہا کا بھی اختلاف ہوتا ہے، اور متکلمین گمرہی کا حکم بھی نافذ نہیں کرتے۔

<u>الحمد للہ رب العٰلمین: والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین:: وآلہ واصحابہ اجمعین</u>

باب سوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وجنودہ

عہد عباسی میں معتزلہ کے فتنے

معتزلہ نے عباسی بادشاہ مامون رشید سے ربط وتعلق مستحکم کرلیا۔بادشاہ کو اپنا ہم عقیدہ بنالیا،پھر بزور شمشیر مسلمانوں کو اپنا مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا،پھر تین سلاطین بنی عباس کے عہد حکومت میں معتزلہ کی فتنہ پردازی اور قتل وغارت گری جاری رہی۔تاریخ اسلام میں اس عہد کو"ایام محنت"(آزمائش کے دن)سے تعبیر کیا جاتا ہے۔علمائے اسلام کو شہید بھی کیا گیا اور قید وبند میں بھی ڈالا گیا۔یہ ایک اندھا فتنہ تھا۔اس کے کچھ احوال درج ذیل ہیں۔

علمائے کرام کی آزمائش اوراس کے برے نتائج

(1)حافظ ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم بن تمام تمیمی مغربی افریقی(۲۵۱ھ-۳۳۳ھ) نے رقم فرمایا:(**كتب عامل اليمن:الله الله يا امير المومنين فى احمد بن حنبل فان البلاد قد خرجت عن يديك فخلى عنه**)(المحن:ص ۴۵۱-دارالعلوم الریاض)

ترجمہ:یمن کے گورنر نے(عباسی بادشاہ معتصم بن ہارون رشید کو)خط لکھا:

امیر المومنین!امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اللہ سے ڈر،اس لیے کہ بلاد مملکت تیرے ہاتھ سے نکل رہے ہیں،پس معتصم نے انہیں آزاد کردیا۔

اس عہد میں اکثر لوگ اہل سنت وجماعت تھے،اور معتزلہ قلیل التعداد تھے،پس امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قید وسزا کے سبب بلاد اسلامیہ پر معتصم کی گرفت کمزور ہونے لگی اور بلاد اسلامیہ اس کے ہاتھوں سے نکلنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔

ابن کثیر دمشقی نے لکھا کہ ایام محنت میں علمائے اہل سنت نے رخصت پر عمل کیا،اور بظاہر مامون کی بات پر"ہاں"بول کر اپنی جان بچائی،کیوں کہ مامون کا ارادہ تھا کہ جو انکار

کرے، اسے قتل کر دیا جائے۔ جان کی حفاظت کے لیے خلاف حقیقت بات بظاہر قبول کی جا سکتی ہے، بشرطے کہ دل میں اس کا انکار موجود ہو، اور دل ایمان پر مستحکم ہو۔

بہت سے علما نے اس وقت رخصت پر عمل کیا، اور بہت سے علمائے اسلام نے عزیمت پر عمل کیا۔ وہ قتل ہوئے یا قید وبند کی زندگی گزارنی پڑی۔ بعض کی موت قید ہی میں ہوئی، اور سزا یافتگان کی بھی ایک لمبی تعداد تھی۔ امام احمد بن حنبل بھی انہیں میں سے ایک تھے۔

امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) نے حالت قید وبند میں کئی بار داعیان اعتزال سے دربار خلافت میں مناظرہ کیا اور معتزلہ مبہوت ولا جواب رہ جاتے۔ ایسے سلاطین کو محض لفظی طور پر اسلامی خلیفہ کہا جاتا ہے، ورنہ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے، علمائے اسلام کو بھی بڑی آزمائش میں مبتلا کیے۔ یہ سب دین کو ڈھانے والے اور گمراہ گر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا محض فضل تھا کہ ابتلائے عظیم کے بعد بھی عامۃ المسلمین راہ حق پر قائم رہے۔

اس وقت مامون رشید مقام رقہ میں تھا۔ اس نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو لوگوں کو اعتزال کی دعوت دینے کے لیے تین خط لکھا، اور اخیر میں ایک خط علمائے کرام کی گرفتاری کے لیے لکھا۔ علمائے اسلام گرفتار کر کے مامون کی طرف بھیجے گئے، لیکن ابھی یہ نفوس قدسیہ راستہ ہی میں تھے کہ مامون رشید کی موت ہو گئی۔

مامون نے پہلا خط ربیع الاول ۲۱۸ھ میں لکھا، پھر دوسرا خط اور تیسرا خط لکھا۔ علما کے ساتھ سختی کی گئی۔ اس قدر تشدد کے بعد بھی علمائے اہل سنت راہ حق پر قائم رہے، تب مامون رشید انہیں اپنے یہاں بلایا۔ اللہ تعالیٰ نے مامون کو اپنے دربار اقدس میں بلا لیا۔ علمائے اسلام واپس بغداد لائے گئے۔ مامون رشید کا جانشین معتصم باللہ بھی بغداد آیا۔ یہ بھی معتزلہ کی راہ چلا، اور اہل سنت وجماعت پر ظلم وستم ڈھایا۔ دراصل یہ سب معتزلہ کی کارستانی تھی۔

(2) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ) نے رقم فرمایا:

(كتب فى شهر ربيع الاول سنة ثمان عشر ومأتين)

(تاریخ الامم والملوک: جلد پنجم :ص188 - دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: مامون رشید نے (اپنے نائب کو) ماہ ربیع الاول سال ۲۱۸ھ میں خط لکھا۔

(3) ابن کثیر دمشقی (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) نے سال ۲۱۸ھ کے بارے میں لکھا:

(فی هذه السنة کتب المامون الٰی نائبه ببغداد اسحاق بن ابراهیم بن مصعب یامره ان یمتحن القضاة والمحدثین بالقول بخلق القرآن وان یرسل الیه جماعة منهم وکتب الیه یستحثه فی کتاب مطول وکتب غیره -قد سردها ابن جریر کلها-ومضمونها الاحتجاج علٰی ان القرآن محدث وکل محدث مخلوق-وهذا احتجاج لایوافقه علیه کثیر من المتکلمین فضلًا عن المحدثین.

فان القائلین بان اللّٰه تعالٰی تقوم به الافعال الاختیاریة-لا یقولون بان فعله تعالٰی القائم بذاته المقدسة مخلوق،بل لم یکن مخلوقًا،بل یقولون هومحدث ولیس بمخلوق،بل هو کلام اللّٰه القائم بذاته المقدسة وماکان قائمًا بذاته لایکون مخلوقًا-وقد قال اللّٰه تعالٰی: ((ما یأتیهم من ذکر ربهم محدث)) (الانبیاء-۲)وقال تعالٰی: ((ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملئکة اسجدوا لأدم)) (الاعراف-۱۱) فالامربالسجود صدرمنه بعد خلق اٰدم- فالکلام القائم بالذات لیس مخلوقًا-وهذا له موضع اٰخر،وقد صنف البخاری کتابًا فی هذا المعنی سماه"خلق افعال العباد".

والمقصود ان کتاب المامون لما ورد بغداد،قری علی الناس وقد عین المامون جماعة من المحدثین لیحضرهم الیه-وهم محمد بن سعد کاتب الواقدی وابومسلم المستملی ویزید بن هارون ویحیی بن معین وابوخیثمة زهیر بن حرب واسماعیل ابی مسعود واحمد بن الدورقی.

فبعث بهم الى المامون الى الرقة—فامتحنهم بخلق القرآن فاجابوه الٰى ذلک—واظهروا موافقته وهم كارهون—فردهم الٰى بغداد وامر باشتهار امرهم بين العلماء— ففعل اسحاق ذلک.

واحضر خلقًا من مشائخ الحديث والفقهاء وائمة المساجد وغيرهم —فدعاهم الٰى ذلک عن امر المامون،وذكر لهم موافقة اولئک المحدثين له علٰى ذلک،فاجابوا بمثل جواب اولئک موافقة لهم،و وقعت بين الناس فتنة عظيمة—فانا للّٰه وانا اليه راجعون.

ثم كتب المامون الى اسحاق ايضًا بكتاب ثان يستدل به على القول بخلق القرآن بشبه من الدلائل ايضًا،لاتحقيق تحتها ولاحاصل لها،بل هى من المتشابه واورد من القرآن اٰيات هى حجة عليه—اورد ابن جرير ذلک كله—وامر نائبه ان يقرأ ذلک على الناس وان يدعوهم اليه والى القول بخلق القرآن فاحضر اسحق جماعة من الائمة وهم احمد بن حنبل وقتيبة وابوحيان الزيادى وبشربن الوليد الكندى وعلى بن ابى مقاتل وسعدويه الواسطى وعلى بن الجعد واسحاق بن ابى اسرائيل وابن الهرش وابن علية الاكبر ويحيى بن عبد الحميد العمرى وشيخ اٰخرمن من سلالة عمر كان قاضيًا على الرقة وابو نصر التمار وابو معمر القطيعى ومحمد بن حاتم بن ميمون ومحمد بن نوح الجند يسابورى المضروب وابن الفرخان والنضر بن شميل وابوعلى بن عاصم وابوالعوام البارد وابوشجاع وعبد الرحمٰن بن اسحاق وجماعة.

فلما فهموه،قال لبشربن الوليد:ما تقول فى القرآن؟فقال:هو كلام اللّٰه—قال:ليس عن هذا اسألک،وانما اسألک—اَ هو مخلوق؟قال:ليس

بـخالق –قال: ولا عن هذا اسألک–فقال: ما احسن غير هذا–وصمم على ذلک–فـقـال: تشهد ان لا اله الا اللّٰه احدًا فردًا لم يكن قبله شئ ولابعده شئ،لا يشبهه شئ من خلقه فى معنى من المعانى،ولا وجه من الوجوه؟

قـال: نـعـم–فقال للكاتب: اكتب بما قال،فكتب–ثم امتحنهم رجلًا رجلًا فـاكثـرهم امتنع من القول بخلق القران،فكان اذا امتنع الرجل منهم، امتحنه بالرقعة التى وافق عليها بشر بن الوليد الكندى من انه يقال:

لا يشبهه شئ من خلقه فى معنى من المعانى ولا وجه من الوجوه–

فيقول: نعم–كماقال بشر.

ولـمـا انتهـت النوبة الٰى امتحان احمد بن حنبل–فقال له: اَتقول ان الـقرٰان مخلوق؟فقال: القرٰان كلام اللّٰه،لا ازيد علٰى هذا–فقال له: ما تقول فـى هـذه الـرقـعة؟فـقـال: اقـول((لـيـس كـمثله شئ وهوالسميع البصير)) (الشـورٰى – ١١) فـقـال رجـل مـن الـمعتزلة–انه يقول: سميع باذن بصير بـعين–فقال له اسحق: ما اردت بقولک: سميع بصير؟فقال: اردت منها ما اراده اللّٰه منها وهوكما وصف نفسه،ولا ازيد على ذلک.

فـكتب جوابات القوم رجلًا رجلًا وبعث بها الى المامون–وكان من الـحـاضرين من اجاب الى القول بخلق القرآن مصانعةً مكرهًا لانهم كانوا يـعزلون من لا يجيب عن وظائفه–وان كان له رزق علٰى بيت المال قطع،و ان كـان مـفتيًـا مـنـع من الافتاء وان كان شيخ حديث ردع عن الاسماع و الاداء–ووقـعـت فتنة صماء ومحنة شنعاء وداهية دهياء–فلا حول ولا قوة الاباللّٰه.

فلما وصلت جوابات القوم الى المامون–بعث الٰى نائبه يمدحه علٰى

ذلک–ویرد علٰی کل فرد فرد ما قال فی کتاب ارسله،وامرنائبه ان یمتحنهم ایضًا–فمن اجاب منهم شهرامره فی الناس،ومن لم یجب منهم فابعثه الٰی عسکر امیر المومنین–مقید امحتفظا به حتی یصل الی امیر المومنین–فیری فیه رأیه –ومن رأیه ان یضرب عنق من لم یقل بقوله.

فعند ذلک عقد النائب ببغداد مجلسًا اٰخر واحضر اولئک وفیهم ابراهیم بن المهدی وکان صاحبًا لبشربن الولید الکندی وقد نص المامون علٰی قتلهما ان لم یجیبا علی الفور.

فلما امتحنهم اسحاق اجابوا کلهم مکرهین متأولین قوله تعالٰی:(الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان)(النحل: ۱۰۶)الأیة–الا اربعة،وهم احمد بن حنبل و محمد بن نوح والحسن بن حماد سجادة وعبید اللّٰه بن عمر القواریری–فقیدهم وارصدهم لیبعث بهم الی المامون،ثم استدعٰی بهم فی الیوم الثانی فامتحنهم فاجاب سجادة الی القول بذلک فاطلق.

ثم امتحنهم فی الیوم الثالث–فاجاب القواریری الٰی ذلک فاطلق قیده–واخراحمد بن حنبل ومحمد بن نوح الجندیسابوری لانهما اصرًّا علی الامتناع من القول بذلک–فَاَکَّدَ قیودهما وجمعهما فی الحدید،و بعث بهما الی الخلیفة وهو بطرطوس،وکتب کتابا بارسالهما الیه–فسارا مقیدین فی محارة علی جمل متعادلین رضی اللّٰه عنهما.

وجعل الامام احمد یدعوا اللّٰه عزوجل ان لایجمع بینهما وبین المامون ،وان لا یریاه ولا یراهما–ثم جاء کتاب المامون الٰی نائبه انه قد بلغنی ان القوم انما اجابوا مکرهین متأولین قوله تعالٰی:((الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان)) الأیة–وقد اخطأوا فی تاویلهم ذلک خطأ کبیرًا،

فارسلهم کلهم الٰی امیر المومنین.

فاستدعاهم اسحاق والزمهم بالمسیر الٰی طرطوس فساروا الیها، فلما کانوا ببعض الطریق،بلغهم موت المامون فردوا الی الرقة، ثم اذن لهم بالرجوع الی بغداد–وکان احمد بن حنبل وابن نوح قد سبقا الناس،ولکن لم یجتمعا به،بل اهلکه اللّٰه قبل وصولهما الیه واستجاب اللّٰه سبحانه دعاء عبده وولیه الامام احمد بن حنبل،فلم یریا المامون ولا راٰهما،بل ردوا الٰی بغداد) (البدایۃ والنہایہ:ج10:ص272-274-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ:اسی سال مامون نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو خط لکھا اسے حکم دیتے ہوئے کہ قاضیان ومحدثین کو خلق قرآن کے قول کے بارے میں آزمایا جائے،اور اس کے پاس قاضیان ومحدثین کی ایک جماعت بھیجی جائے،اور اسحاق کو ایک طویل خط لکھا اور اسے اس امر پرابھارنے کے لیے اس کے علاوہ خط لکھا۔ان تمام خطوط کو محمد بن جریر طبری نے (تاریخ الامم والملوک: جلد پنجم میں)بیان کیا،اوران خطوط کا مضمون اس بات پر استدلال کرنا ہے کہ قرآن حادث ہے،اور ہر حادث مخلوق ہے،اوراکثر متکلمین اس استدلال کے خلاف ہیں،چہ جائے کہ محدثین۔

اس لیے کہ اس بات کے قائلین کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختیاری افعال قائم ہیں،اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ رب تعالیٰ کا فعل جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے،مخلوق ہے، بلکہ وہ مخلوق نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ حادث ہے اور مخلوق نہیں ہے، بلکہ وہ کلام الٰہی ہے، ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے،اور جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو، وہ مخلوق نہیں ہوگا،اور اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:(۱)ان کے پاس رب تعالیٰ کا جو نیا ذکر آتا ہے(۲)ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں کو کہا: آدم کو سجدہ کرو تو سجدہ کا حکم رب تعالیٰ سے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد صادر ہوا،پس وہ کلام جو ذات الٰہی کے

ساتھ قائم ہے، وہ مخلوق نہیں ہے، اور اس بحث کے لیے دوسرا مقام (کتب عقائد و کلام) ہے، اور امام بخاری نے اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی، اس کا نام ''خلق افعال العباد'' رکھا۔

حاصل کلام یہ کہ مامون کا خط جب بغداد پہنچا۔ لوگوں کے پاس پڑھا گیا اور مامون نے محدثین کی ایک جماعت کو اپنے پاس بھیجنے کے لیے خاص کر دیا، اور وہ محمد بن سعد کاتب واقدی، ابو مسلم مستملی، یزید بن ہارون، یحییٰ بن معین، ابو خیثمہ زہیر بن کعب، اسماعیل بن ابی مسعود اور احمد بن دورقی ہیں، پس نائب بغداد نے انہیں مامون کے پاس رقہ بھیجا تو مامون نے انہیں خلق قرآن کے مسئلہ کے ذریعہ آزمایا، پس ان محدثین نے مامون کو اس کا جواب دیا اور مجبوراً اس کی موافقت ظاہر کی تو مامون نے انہیں بغداد واپس بھیج دیا اور علما کے درمیان ان محدثین کے معاملہ (اظہار موافقت) کی تشہیر کا حکم دیا، پس اسحاق نے ایسا کیا اور اس نے مشائخ حدیث، فقہا اور ائمہ مساجد وغیرہم کو جمع کیا، اور ان کے پاس ان محدثین کے مامون کی موافقت کرنے کا ذکر کیا، پس ان حضرات نے ان حضرات کی موافقت کرتے ہوئے انہیں کی مثل جواب دیا، اور لوگوں کے درمیان ایک بڑا فتنہ واقع ہوا، پس یہ ایک بڑی مصیبت تھی۔

پھر مامون نے اسحاق کو دوسرا خط بھی لکھا۔ اس خط میں بھی متشابہ دلائل سے خلق قرآن کے قول پر استدلال کرتے ہوئے کہ ان میں کوئی تحقیق نہ تھی اور اس کا کچھ حاصل نہ تھا، بلکہ وہ متشابہات میں سے تھا، اور قرآن کی کچھ آیتیں پیش کیا جو اس کے خلاف حجت ہیں۔ ابن جریر طبری نے ان تمام کو بیان کیا، اور مامون نے اپنے نائب کو حکم دیا کہ اسے لوگوں کے پاس پڑھا جائے، اور انہیں اس کی طرف اور خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دے، پس اسحاق نے ائمہ کی ایک جماعت کو حاضر کیا، اور وہ امام احمد بن حنبل، قتیبہ، ابو حیان زیادی، بشر بن ولید کندی، علی بن ابی مقاتل، سعدویہ واسطی، علی بن جعد، اسحاق بن ابی اسرائیل، ابن ہرش، ابن علیہ اکبر، یحییٰ بن عبد الحمید عمری، فاروق اعظم کی نسل کے ایک

دوسرے شیخ کہ وہ رقہ کے قاضی تھے، ابونصر تمار، ابومعمر قطیعی، محمد بن حاتم بن میمون، محمد بن نوح جندیساپوری، ابن فرخان، نضر بن شمیل، ابوعلی بن عاصم، ابوالعوام بارد، ابوشجاع، عبد الرحمٰن بن اسحاق وغیرہم ہیں۔

پس جب ان ائمہ نے اس خط کو سمجھ لیا تو اسحاق نائب بغداد نے بشر بن ولید کو کہا:

آپ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ پس انہوں نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسحاق نے کہا: میں اس بارے میں آپ سے نہیں دریافت کررہا ہوں، اور میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ کیا وہ مخلوق ہے؟ بشر بن ولید نے فرمایا: وہ خالق نہیں ہے۔ اسحاق نے کہا: میں اس بارے میں آپ سے نہیں دریافت کررہا ہوں، پس بشر نے فرمایا: میں اس سے اچھا نہیں کہہ سکتا ہوں، اوراسی پر اصرار کیا، پس اسحاق نے کہا: آپ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ایک یکتا ہے، اس سے قبل نہ کوئی شئ تھی اور نہ اس کے بعد کوئی شئ ہے، اور مخلوق میں سے کوئی شئ رب تعالیٰ کے کسی معنی اور کسی طریقہ میں مشابہ نہیں؟ بشر نے جواب دیا: ہاں، پس اسحاق نے کاتب کو کہا۔ لکھ لو جو انہوں نے کہا، پس کاتب نے لکھ لیا، پھر ایک ایک اہل علم کو آزمایا، پس اکثر لوگ خلق قرآن کے قول سے باز رہے، پس جب ان میں سے کوئی آدمی باز رہتا تو اسے اس تحریر کے ذریعہ آزماتا جس کی موافقت بشر بن ولید کندی نے کی تھی کہ کہا جائے کہ کوئی شئ کسی معنی یا کسی طریقہ میں رب تعالیٰ کے مشابہ نہیں، پس وہ جواب دیتے: ہاں، جیسا کہ بشر نے جواب دیا۔

اور جب امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کی آزمائش کی باری آئی تو اسحاق نے ان سے کہا۔ کیا آپ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، میں اس پر اضافہ نہیں کرتا تو اسحاق نے انہیں کہا۔ آپ اس تحریر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں: ''رب تعالیٰ کی مثل کوئی شئ نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے'' پس معتزلہ میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ کان سے

سننے والا آنکھ سے دیکھنے والا ہے تو اسحاق نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنے قول سمیع وبصیر سے کیا مراد لیا؟ پس آپ نے فرمایا: میں نے اس سے وہی مراد لیا جو اللہ نے اس سے مراد لیا ،اور رب تعالیٰ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنا وصف بیان فرمایا، اور میں اس پر اضافہ نہیں کرتا، پس اسحاق نے جماعت علما کے ایک ایک فرد کا جواب لکھا، اور اسے مامون کے پاس بھیج دیا۔

اور حاضرین میں سے بعض حضرات نے خلق قرآن کے قول کو تصنع کے ساتھ مجبوراً قبول کیا، اس لیے کہ سرکاری کارندے اس کے عہدوں سے اسے معزول کر دیتے تھے جو خلق قرآن کے قول کو قبول نہ کرتے، اور اگر بیت المال پر ان کا روزینہ ہوتا تو اسے منقطع کر دیتے، اور اگر مفتی ہو تو فتویٰ دینے سے روک دیئے جاتے ،اور اگر شیخ حدیث ہوتے تو حدیث سنانے اور ادا کرنے سے روکے جاتے، اور اندھا فتنہ، بری آزمائش اور سخت مصیبت واقع ہوئی، پس اللہ کی پناہ۔

پس جب قوم کے جوابات مامون کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے نائب کے پاس اس امر پر اس کی تعریف کا پیغام بھیجا، اور اسحاق کے پاس ایک خط بھیجا، اس میں ہر ایک ایک فرد کے جواب کی تردید تھی، اور اپنے نائب کو حکم دیا کہ ان کی آزمائش بھی کی جائے، پس ان میں سے جو قبول کرے، لوگوں کے درمیان اس کے معاملہ کی تشہیر کی جائے، اور ان میں سے جو قبول نہ کرے، اسے مامون کے لشکر کی طرف قید کر کے حفاظت کے ساتھ بھیجو، یہاں تک کہ وہ مامون تک پہنچے، پس مامون اس کے بارے میں غور وفکر کرے، اور مامون کا خیال یہ تھا کہ جو خلق قرآن کا قول نہ کرے، اس کی گردن ماردی جائے، پس اس وقت اسحاق نے بغداد میں ایک دوسری مجلس قائم کی ،اور ان علما ومحدثین کو حاضر کیا، اور ان میں ابراہیم بن مہدی تھے، اور یہ بشر بن ولید کندی کے شاگرد تھے، اور مامون نے ان دونوں کے قتل کی صراحت کی تھی، اگر یہ دونوں فوراً قبول نہ کریں، پس جب اسحاق نے ان حضرات کی آزمائش کی تو ان حضرات نے مجبوراً قبول کرلیا رب تعالیٰ کے ارشاد ''الا من اکرہ وقلبہ مطمئن

بالایمان'' کی تاویل کرتے ہوئے، مگر چار حضرات، اور وہ امام احمد بن حنبل، محمد بن نوح، حسن بن حماد سجادہ اور عبید اللہ بن عمر قواریری ہیں، پس اسحاق نے انہیں قید کرلیا اوران کی نگرانی کی، تاکہ انہیں مامون کے پاس بھیجے، پھر انہیں دوسرے دن بلایا، اوران کی آزمائش کیا تو سجادہ نے خلق قرآن کے قول کو قبول کرلیا تو انہیں رہا کردیا۔

پھر تیسرے دن ان حضرات کو آزمایا، پس قواریری نے خلق قرآن کے قول کو قبول کر لیا، اورامام احمد بن حنبل اور حضرت محمد بن نوح جندیسا پوری کو مؤخر کیا، اس لیے کہ ان دونوں نے خلق قرآن کا قول کرنے سے انکار کردیا تو ان کے قید و بند کو مضبوط کردیا اوران دونوں کو زنجیر پہنادیا اوران دونوں حضرات کو مامون کے پاس بھیجا اور مامون طرطوس میں تھا، اور ان دونوں کو مامون کی طرف بھیجنے کے بارے میں ایک خط لکھا، پس یہ دونوں حضرات قید کی حالت میں ایک اونٹ پر سوار ہوکر چلے۔

اورامام احمد بن حنبل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں اور مامون کو جمع نہ فرمائے، اور یہ دونوں انہیں نہ دیکھیں، اوراوروہ ان دونوں کو نہ دیکھے، پھر مامون کا خط اس کے نائب کے پاس آیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ علمانے مجبوراً ارشاد الٰہی ''الامن اکرہ وقلبہ مطمئن'' میں تاویل کرتے ہوئے قبول کیا، اوراپنی اس تاویل میں وہ حضرات بڑی خطا کر گئے، پس ان تمام کو مامون کے پاس بھیجا جائے تو اسحاق نے انہیں بلایا اور طرطوس جانے پر مجبور کیا، پس وہ حضرات چلے تو یہ حضرات جب راستے ہی میں تھے، انہیں مامون کی موت کی خبر پہنچی تو انہیں رقہ کی طرف واپس بھیج دیا گیا، پھر انہیں بغداد واپس ہونے کی اجازت ملی، اور امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح ان حضرات سے پہلے جاچکے تھے، لیکن یہ دونوں مامون کے پاس اکٹھا نہ ہوسکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مامون کوان دونوں حضرات کے اس کے پاس پہنچنے سے قبل ہلاک فرمادیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ اور ولی امام احمد بن حنبل کی دعا کو قبول فرمالی، پس ان دونوں نے مامون کو نہ دیکھا اور مامون نے ان دونوں کو نہ

دیکھا، بلکہ یہ سب بغداد کی طرف واپس کیے گئے۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ علمائے کرام نے اولاً انکار کیا، پھر دوبارہ بھی آیت کی تاویل کے ساتھ جواب دیا، پھر تیسری بار انہیں بلا کر مامون کے پاس بھیجا گیا۔ ابھی یہ حضرات راستہ ہی میں تھے کہ مامون کی موت ہو گئی۔ اگر یہ حضرات مذہب اعتزال کو فی الحقیقت قبول کر لیے ہوتے تو انہیں مامون کے پاس نہ بھیجا جاتا۔

اس اقتباس طویل سے واضح ہو گیا کہ علمائے اسلام مذہب اعتزال پر نہ آ سکے، بس چند معتزلی مامون کے دل ودماغ پر قابض ہو چکے تھے، اور یہ سب کچھ ان چند معتزلہ کی کارستانیاں تھیں۔ امام احمد بن حنبل کے ساتھ حضرت محمد بن نوح بھی قید ہو کر مامون کے پاس بھیجے گئے۔ ان دونوں کے پیچھے علمائے کرام کا ایک قافلہ مامون کے پاس بھیجا گیا۔

(4) امام ابوالسعادات مجدالدین مبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم شیبانی :ابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے لکھا کہ جب دوسری بار آزمائش ہوئی تو اسحاق نے مامون کو خط لکھا اور ہر ایک عالم ومحدث کا جواب لکھا۔ مامون نے اسحاق کو جواباً خط لکھا۔ مامون کے خط کا مضمون درج ذیل عبارت میں منقول ہے۔

{فاجاب المامون يذمهم ويذكر كلًّا منهم ويعيبه ويقع فيه بشئ وامره ان يحضر بشربن الوليد وابراهيم بن المهدى ويمتحنهما،فان اجابا والا فاضرب اعناقهما—واما من سواهما فان اجاب الى القول بخلق القرآن،والا حملهم موثقين بالحديد الٰى عسكره مع نفر يحفظونهم.

فاحضرهم اسحاق واعلمهم بما امربه المامون،فاجاب القوم اجمعون الا اربعة نفر،وهم احمد بن حنبل و سجادة والقواريرى ومحمد بن نوح المضروب،فامربهم اسحق فشدوا فى الحديد،فلما كان الغد دعا هم فى الحديد،فاعاد عليهم المحنة فاجابه سجادة والقواريرى فاطلقهما

واصر احمد بن حنبل ومحمد بن نوح علٰی قولهما فشدا فی الحدید ووجههما الی طرطوس،وکتب الی المامون بتاویل القوم فیما اجابوا الیه.

فاجابه المامون اننی بلغنی عن بشر بن الولید بتاویل الأیة التی انزلها اللّٰه تعالٰی فی عمار بن یاسر:(الامن اکره وقلبه مطمئن بالا یمان) (النحل:۱۰٦)وقد اخطأ التاویل–انما عنی اللّٰه سبحانه وتعالٰی من هذه الایة –من کان معتقدًا للایمان مظهرًا للشرک–فاما من کان معتقدًا للشرک مظهرًا للایمان– فلیس هذا له.

فاشخصهم جمیعًا الی طرطوس،لیقیموا بها الی ان یخرج امیر المومنین من بلاد الروم فاحضرهم اسحاق وسیرهم جمیعًا الی العسکر، وهم ابو احسان الزیادی وبشربن الولید والفضل بن غامن وعلی بن مقاتل والذیال بن الهیثم و یحیی بن عبد الرحمن العمری وعلی بن الجعد وابوالعوام وسجادة والقواریری وابن الحسن بن علی بن عاصم واسحاق بن ابی اسرائیل والنضر بن شمیل وابونصرالتماروسعدویه الواسطی ومحمد بن حاتم بن میمون و ابو معمر بن الهرش وابن الفرخان واحمد بن شجاع وابوهارون بن البکاء–فلما صاروا الی الرقة بلغهم موت المامون فرجعوا الٰی بغداد(الکامل فی التاریخ:جلدسوم:ص180)

ترجمہ:پس مامون نے ان تمام کی مذمت کرتے ہوئے اوران میں سے ہرایک کا ذکرکرتے ہوئے ،اوراسحاق پرعیب لگاتے ہوئے ،اوراس کے بارے میں بدگوئی کرتے ہوئے جواب دیا،اوراسحاق کوحکم دیاکہ بشر بن ولیداورابراہیم بن مہدی کوحاضرکرے، اوران دونوں کی آزمائش کرے،پس اگر یہ دونوں قبول کریں تو ٹھیک ہے،ورنہ ان دونوں کی گردن ماردو،اوران دونوں کے ماسواعلما،اگرخلق قرآن کا قول قبول کریں تو ٹھیک ہے،

ورنہ انہیں زنجیر میں باندھ کر لشکر کی طرف بھیج دو سپاہیوں کے ایک دستہ کے ساتھ جو ان کی نگرانی کریں، پس اسحاق نے ان علما کو حاضر کیا اور انہیں بتایا جس کا مامون نے اسے حکم دیا تھا، پس چار کے علاوہ تمام علما نے قبول کر لیا، اور وہ چار امام احمد بن حنبل، سجادہ، قواریری اور محمد بن نوح جندیسا پوری ہیں تو اسحاق نے ان حضرات کے بارے میں حکم دیا، پس انہیں زنجیر میں باندھ دیا گیا۔

پس جب کل ہوا تو اسحاق نے انہیں زنجیر میں بلایا، اور ان کے پاس آزمائش کو دہرایا ، پس اسے سجادہ اور قواریری نے قبول کر لیا تو ان دونوں کو چھوڑ دیا اور امام احمد بن حنبل اور حضرت محمد بن نوح نے (عدم قبول پر) اصرار فرمایا، پس یہ دونوں زنجیر میں بندھے رہے، اور ان دونوں کو اسحاق نے طرطوس بھیج دیا، اور مامون کو لکھ بھیجا علما نے اسے جواب دینے میں جو تاویل کی، پس مامون نے اسے جواب دیا کہ مجھے بشر بن ولید کے بارے میں اس آیت کی تاویل کے متعلق خبر پہنچی جو اللہ تعالیٰ نے عمار بن یاسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل فرمائی ''مگر جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو''- اور بشر نے تاویل میں خطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے صرف اسے مراد لیا جو ایمان کا معتقد ہو، شرک کو ظاہر کرنے والا ہو، لیکن جو شرک کا معتقد ہو، ایمان کو ظاہر کرنے والا ہو، پس اس کے لیے یہ حکم نہیں۔

پس ان تمام کو طرطوس بھیجو، تاکہ وہ وہاں ٹھہریں، یہاں تک کہ مامون بلاد روم سے واپس آئے ، پس اسحاق نے انہیں حاضر کیا اور ان تمام کو لشکر کی طرف بھیج دیا، اور وہ ابو احسان زیادی ، بشر بن ولید، فضل بن غامن ، علی بن مقاتل ، ذیال بن ہیثم ، یحیٰی بن عبد الرحمٰن عمری، علی بن جعد، ابو العوام، سجادہ، قواریری، ابن حسن بن علی بن عاصم، اسحاق بن ابی اسرائیل، نضر بن شمیل، ابونصر تمار، سعدویہ واسطی، محمد بن حاتم بن میمون، ابومعمر بن ہرش، ابن فرخان ، احمد بن شجاع، ابو ہارون بن بکا تھے، پس جب یہ حضرات رقہ کے لیے روانہ

ہوئے ،انہیں مامون کی موت کی خبر پہنچی تو انہیں بغداد واپس کر دیا گیا۔

الغرض علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت خلق قرآن کے انکار کے سبب گرفتار ہو کر مامون کے پاس بھیجی گئی۔حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عہد میں اہل سنت و جماعت کے قائد اعظم اور ان سے وابستگی ومحبت حقانیت کی علامت تھی۔

ایام محنت (آزمائش کے دن)

(**قال علی بن المدینی:ان اللّٰہ اَعَزَّ ھذا الدین بابی بکر الصدیق یوم الردۃ و باحمد بن حنبل یوم المحنۃ**)(تاریخ الاسلام للذہبی: جلد18:ص44)

ترجمہ:محدث علی بن مدینی بصری (م ۲۳۴ھ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کو زمانہ ارتداد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ غلبہ عطا فرمایا،اور ایام محنت میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ غالب فرمایا۔

خلیفہ ہارون رشید اور معتزلہ

شمس الدین ذہبی شافعی نے لکھا:(**ما زال المسلمون علیٰ قانون السلف من ان القراٰن کلام اللّٰہ تعالیٰ ووحیہ وتنزیلہ غیر مخلوق حتّٰی نبغت المعتزلۃ والجھمیۃ فقالوا بخلق القراٰن مُتَسَتِّرِیْنَ بذلک فی دولۃ الرشید، فرویٰ احمد بن ابراھیم الدورقی عن محمد بن نوح ان ھارون الرشید قال : بَلَغَنِیْ اَنَّ بشر بن غیاث یقول ان القراٰن مخلوق،لِلّٰہِ عَلَیَّ اِنْ اَظْفَرَنِیْ بِہٖ لَاَقْتُلَنَّہٗ–قال الدورقی :وکان بشر مُتَوَارِیًا ایام الرشید فلما مات،ظَھَرَ بشر ودعٰی الی الضلالۃ– قُلْتُ:ثم ان المامون نظر فی الکلام و باعث المعتزلۃ وبقی یقدم رِجْلًا ویؤخر اُخْریٰ فی دعاء الناس الی القول بخلق القراٰن الٰی ان قویٰ عزمہ علیٰ ذلک فی السنۃ التی مات فیھا**)

(تاریخ الاسلام للذہبی: جلد 18 ص 67)

ترجمہ: مسلمان ہمیشہ سے اسلاف کرام کے قانون پر تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام، اللہ کی وحی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ غیر مخلوق ہے، یہاں تک کہ معتزلہ اور جہمیہ ظاہر ہوئے، پس ان لوگوں نے خلق قرآن کا قول کیا، ہارون رشید کے عہد میں اس قول کو پوشیدہ رکھتے ہوئے۔ احمد بن ابراہیم دورقی نے محمد بن نوح سے روایت کیا کہ ہارون رشید نے کہا کہ بشر بن غیاث کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے، اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس پر کامیاب فرمادے تو ضرور میں اسے قتل کروں گا۔

اور بشر بن غیاث مریسی (م ۲۱۸ھ) ہارون رشید کے زمانہ میں چھپا ہوا تھا، پھر جب ہارون رشید کی موت ہوگئی تو بشر ظاہر ہوا، اور گمرہی کی دعوت دینے لگا، پھر مامون رشید نے علم کلام میں غور وفکر کیا اور معتزلہ کو ابھارا، اور لوگوں کو خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دینے میں ایک قدم آگے لے جاتا اور دوسرا قدم پیچھے لاتا، یہاں تک کہ اس امر پر اس کا ارادہ قوی ہوگیا، اس سال میں جس سال اس کی موت ہوئی۔

مامون نے سال ۲۱۸ھ میں خلق قرآن کی دعوت دی، اور اسی سال اس کی موت ہوگئی۔ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین عقائد اہل سنت پر قائم تھے، اور عہد ہارونی میں داعیان اعتزال چھپے پھرتے۔ عہد مامون میں ان لوگوں نے مامون کو گمراہ کر کے علمائے اسلام کو اعتزال کی دعوت مامون کے ذریعہ دلوائی، لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔

ہارون رشید کے بعد اس کا بیٹا محمد امین خلیفہ بنا، لیکن معتزلہ کی رسائی اس تک نہ ہوئی۔

مامون رشید بن ہارون رشید اور معتزلہ

خلیفہ ہارون رشید کے بعد معتزلہ نے مامون رشید کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن جو کلام الٰہی ہے، وہ مخلوق ہے۔ مامون رشید نے سال ۲۱۸ھ میں اپنے

نائب اسحاق بن ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ علمائے اسلام کو خلق قرآن کے عقیدہ کی دعوت دے، اور جو اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرے، اسے سزا دی جائے۔ جب اسحاق بن ابراہیم نے علما کو بغداد میں اپنے دربار میں بلا کر مامون رشید کا حکم سنایا تو ائمہ اہل سنت اپنے اپنے طریقے پر جواب دے کر چلے گئے، بعض علما نے رخصت پر عمل کیا اور اجمالی گفت وشنید کے بعد اس مصیبت سے نجات پائے، لیکن امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند دیگر علمائے اسلام نے عزیمت پر عمل کیا، اور علی الاعلان اس عقیدہ کی مخالفت کی۔

انجام کار حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) اور صراحتاً انکار کرنے والے دیگر علما گرفتار کر لیے گئے۔ ان کے ساتھ اہل حکومت نے بہت سختی کی۔

اسی زمانے کو تاریخ اسلام میں ''ایام محنت''، یعنی آزمائش کے دور سے تعبیر کیا گیا۔ یہ زمانہ علمائے اہل سنت کے لیے ایک مشکل دور ثابت ہوا۔ ظلم وستم کا سلسلہ چودہ سال تک جاری رہا، پھر متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ آزمائش وستم رانی ختم ہوئی۔

شمس الدین ذہبی نے لکھا: **(قال صالح بن احمد قال ابی: صِرْنَا الٰی اُذْنَةَ ورحلنا منها فی جوف اللیل وفُتِحَ لَنَا بَابُهَا فاذا رجل قد دخل فقال: البُشْرٰی، قد مات الرجل یعنی المامون–قال ابی: وکنت ادعوا اللّٰہ ان لا اراہ)** (تاریخ الاسلام للذہبی: ج18: ص67)

ترجمہ: حضرت صالح بن احمد بن حنبل (۲۰۳ھ-۲۶۶ھ) نے بیان کیا کہ میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا کہ (گرفتاری کے بعد) ہم لوگ (امام احمد بن حنبل ومحمد بن نوح بن میمون جندیسا پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ''اذنہ'' لے جائے گئے، اور ہم لوگ وہاں سے درمیان شب کو نکلے اور ہمارے لیے اس کا دروازہ کھول دیا گیا، پس ایک آدمی داخل ہوا تو اس نے کہا کہ خوش خبری ہو، آدمی مر گیا، یعنی مامون (مر گیا)، اور میرے والد (امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ میں اس

(مامون) کو نہ دیکھوں۔

طرطوس اور مصیصہ کے درمیان ''اذنہ'' نامی ایک شہر تھا جو نہر سیحون کے ساحل پر آباد تھا، اس شہر کو ''ادانہ'' بھی کہا جاتا تھا۔

ہارون رشید کے زمانہ تک معتزلہ مخفی طریقے پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ہی خلق قرآن کا مسئلہ نمودار ہوا۔

خلیفہ ہارون رشید کے بعد مامون رشید کو معتزلیوں نے اپنا ہمنوا بنالیا۔

مامون رشید کے عہد سے آزمائش کا دور شروع ہوا، اور چودہ سال تک رہا۔

ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا: **(قد ذکرنا فیما تقدم ان المامون کان قد استحوذ علیه جماعة من المعتزلة فازاغوہ عن طریق الحق الی الباطل وزینوا له القول بخلق القراٰن ونفی الصفات عن اللّٰه عز وجل-قال البیهقی: ولم یکن فی الخلفاء قبله من بنی امیة وبنی العباس خلیفة اِلّاعلٰی مذهب السلف ومنهاجهم،فلما وَلِیَ هو الخلافة اجتمع به هولاء فحملوہ علٰی ذلک وزینوا له ،واتفق خروجه الٰی طرطوس لغزوالروم فکتب الٰی نائبه ببغداد اسحٰق بن ابراهیم بن مصعب بامرہ ان یدعوا الناس الی القول بخلق القراٰن واتفق له ذلک اٰخرعمرہ قبل موته بشهورمن سنة ثمانی عشرة و مأتین)**

(البدایۃ والنہایہ: جلد 10: ص 331-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: ہم نے ماقبل میں ذکر کر دیا ہے کہ مامون پر معتزلہ کی ایک جماعت غالب آگئی، پس وہ لوگ اسے راہ حق سے باطل کی طرف لے گئے، اور خلق قرآن اور رب تعالیٰ سے نفی صفات کے قول کو خوبصورت بنا کر پیش کیا۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ مامون سے پہلے بنی امیہ اور بنی عباس کے تمام خلفا اسلاف کرام کے مذہب اور ان کے طریقے پر تھے، پس

جب مامون خلافت کا والی ہوا تو اس کے ساتھ معتزلہ جمع ہوئے، پس اسے خلق قرآن کے مسئلے پر آمادہ کیا اور اس کے لیے خلق قرآن کے مسئلہ کو خوبصورت بنا کر پیش کیا، اور مامون کو سلطنت روم سے جنگ کرنے کے لیے طرطوس جانے کا اتفاق پیش آیا تو اس نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو اپنے اس حکم کے ساتھ خط لکھا کہ لوگوں کو خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دیں، اور اسے یہ اتفاق اس کی موت سے چند مہینے پہلے سال ۲۱۸ھ میں پیش آیا۔

ابن کثیر دمشقی کی منقولہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ معتزلہ کے کچھ لوگ مامون کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن عامۃ المسلمین معتزلی عقائد پر نہ تھے، اسی لیے مامون نے علما کو معتزلہ مذہب کی دعوت دی، تا کہ علما کو دیکھ کر عوام بھی اسے قبول کر لیں۔

معتصم بن ہارون رشید اور معتزلہ

مامون رشید بن ہارون رشید اپنی موت تک اعتزال اور خلق قرآن کے عقیدہ پر قائم رہا، اور اس نے اپنے خلیفہ معتصم کو بھی اس امر کی تاکید کی۔ مامون نے معتزلی مذہب سے توبہ نہیں کی، بلکہ معتزلی مذہب پر اس کی موت ہوئی۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم بن ہارون، پھر واثق بن معتصم بھی معتزلی عقائد پر تھا۔ ان تینوں کے بعد متوکل بن معتصم خلیفہ بنا، وہ اہل سنت کے عقائد پر تھا۔ متوکل کے عہد میں ایام محنت یعنی آزمائش کا دور ختم ہو گیا۔

عماد الدین ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا: (**وقد کان اوصٰی الٰی اخیہ المعتصم-وکتب وصیتہ بحضرتہ وبحضرۃ ابنہ العباس وجماعۃ القضاۃ والامراء والوزراء والکتاب،وفیھا القول بخلق القراٰن ولم یتب من ذٰلک بل مات علیہ وانقطع عملہ وھو علٰی ذلک ولم یرجع عنہ ولم یتب منہ-واوصٰی ان یکبر علیہ الذی یصلی علیہ خمسًا واوصی المعتصم**

بتقوی اللّٰہ عزوجل والرفق بالرعیۃ واوصاہ ان یعتقد ماکان یعتقدہ اخوہ المامون فی القراٰن وان یدعو الناس الٰی ذلک واوصاہ بعبد اللّٰہ بن طاہر واحمد بن ابراھیم واحمد بن ابی داؤد وقال:شاورہ فی امورک ولا تفارقہ) (البدایۃ والنہایہ: جلد10:ص280-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ:مامون نے اپنے بھائی معتصم کو(خلافت کی)وصیت کی،اوراس کی موجودگی اوراس کے بیٹے عباس بن مامون اور قضات،امرا،وزرااور کاتبوں کی جماعت کی موجودگی میں اس کی وصیت لکھی گئی،اوراس وصیت نامہ میں خلق قرآن کا قول تھا،اور مامون نے اس عقیدہ سے توبہ نہ کی، بلکہ اسی عقیدہ پرمرا،اوراس کا عمل(موت کی وجہ سے)منقطع ہوگیااور وہ اسی عقیدہ پرتھا،اور نہ وہ اس سے رجوع کیااور نہ اس سے توبہ کیا،اوروصیت کیا کہ جواس کی نماز جنازہ پڑھائے، وہ پانچ تکبیر کہے،اور معتصم کواللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور رعایا کے ساتھ نرمی اختیار کرنے کی وصیت کی،اوراسے یہ وصیت کیا کہ قرآن کے بارے میں وہ وہی عقیدہ رکھے،جس عقیدہ پراس کا بھائی مامون تھا،اورلوگوں کواس(خلق قرآن کے قول)کی دعوت دے،اور معتصم کوعبداللہ بن طاہر،احمد بن ابراہیم اور قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی کے بارے میں وصیت کی،اور کہا کہ اپنے امور کے بارے میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی سے مشورہ لیا کرنا،اوراس کوجدانہ کرنا۔

مامون رشید کے حکم پر بغداد کے نائب اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح جندیساپوری کوطرطوس روانہ کیا تھا۔ان دونوں کے بعد نائب بغداد نے علمائے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد کو مامون کے پاس بھیجا۔راستے میں مامون کی موت کی خبر آئی، اوران دونوں کو بغداد واپس لے جانے کا حکم آیا، کیوں کہ موجودہ خلیفہ معتصم طرطوس سے بغداد واپس آرہا تھا۔راستے میں محمد بن نوح جندیساپوری کی موت ہوگئی،امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اورانہیں دفن کیا۔

امام احمد بن حنبل کا معتزلیوں سے مناظرہ

معتزلیوں کا ایک بڑا رہنما احمد بن ابی داؤد، معتصم کی صحبت اختیار کر لیا، اور معاملہ پہلے سے زیادہ سنگین ہوگیا۔ امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو اڑتیس مہینے تک بغداد میں قید میں رکھا گیا، پھر معتصم کے دربار میں بلایا گیا۔ آپ کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

معتصم کی موجودگی میں معتزلہ سے آپ کا مناظرہ تین دنوں تک ہوتا رہا۔ ہمیشہ معتزلی مناظرین لاجواب اور مبہوت ہوجاتے۔ آخر کار معتزلیوں کے اکسانے پر معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ بے شمار کوڑے لگائے گئے، یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔ یہ سب کچھ ۲۵: رمضان ۲۲۱ھ کو ہوا۔

زدوکوب کے بعد معتصم نے آپ کو رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔ آپ کو گھر بھیج دیا گیا۔ گھر میں آپ کا علاج ہوا، بفضل الٰہی آپ شفایاب ہوگئے۔

(البدایۃ والنہایۃ: ج10: ص332-335-مکتبۃ المعارف بیروت)

واثق بن معتصم بن ہارون رشید کی توبہ

ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ واثق بن معتصم اپنی موت سے قبل، خلق قرآن کے عقیدہ سے تائب ہوگیا تھا۔ درحقیقت ان سلاطین بنی عباس کو معتزلیوں نے ورغلا کر دین حق سے دور کر دیا تھا، جب حقیقت معلوم ہوتی تو وہ راہ حق کی جانب آگئے۔ مامون و معتصم کے تک علمائے اہل سنت کی رسائی نہ ہوسکی۔

(1)(یقال ان الواثق رجع عن ذلک قبل موتہ)

(البدایۃ والنہایۃ: جلد10: ص309-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: بتایا جاتا ہے کہ خلیفہ واثق نے اپنی موت سے پہلے خلق قرآن کے عقیدہ سے رجوع کر لیا۔

(2)(عن المهدی ان الواثق مات وقد تاب من القول بخلق القراٰن)

(البدایۃ والنہایہ: جلد10:ص309-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: مہدی سے روایت ہے کہ واثق بن معتصم کی موت ہوئی، درآنحالے کہ وہ خلق قرآن کے قول سے توبہ کر چکا تھا۔

امام احمد بن نصر خزاعی کا دربار میں قتل

حضرت احمد بن نصر خزاعی (م۲۳۱ھ) کو خلیفہ واثق بن معتصم نے اپنے دربار میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا، کیوں کہ یہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔

ابن کثیر دمشقی نے لکھا: (فلما انتهی الیه،ضربه بها علیٰ عاتقه وهو مربوط بحبل،قد اوقف علی نطع ثم ضربه اخری علیٰ رأسه ثم طعنه بالصمصامة فی بطنه فسقط صریعًا رحمه اللّٰه علی النطع میتا-فانا للّٰه وانا الیه راجعون)

(البدایۃ والنہایہ: جلد10:ص306-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: پس جب واثق، احمد بن نصر خزاعی کے پاس پہنچا تو انہیں تلوار سے ان کے کندھے پر مارا، اور وہ رسی سے بندھے ہوئے تھے، چمڑے کے فرش پر کھڑے کیے گئے تھے، واثق نے پھر انہیں دوبارہ سر پر مارا، پھر تلوار سے ان کے پیٹ میں مارا، پس وہ غش کھا کر گر پڑے: انا للّٰه وانا الیه راجعون

متوکل بن معتصم بن ہارون اور اہل سنت وجماعت

ابن کثیر دمشقی نے متوکل کے بارے میں لکھا: (وکان من خیار الخلفاء لانه احسن الصنیع لاهل السنة بخلاف اخیه الواثق وابیه المعتصم وعمه المامون،فانهم اساؤوا الیٰ اهل السنة وقربوا اهل البدع والضلال من المعتزلة وغیرهم) (البدایۃ والنہایہ: جلد10:ص306-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: متوکل نیک خلفا میں سے تھا، اس لیے کہ متوکل نے اپنے بھائی واثق بن معتصم اور اپنے والد معتصم بن ہارون اور اپنے چچا مامون بن ہارون رشید کے برخلاف اہل سنت و جماعت کے ساتھ نیک سلوک کیا، کیوں کہ ان لوگوں نے اہل سنت کے ساتھ بدسلوکی کی، اور اہل بدعت وضلال یعنی معتزلہ وغیرہم کو قریب کیا۔

امام احمد بن حنبل کو درس حدیث کی ممانعت

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معتصم اور واثق کے عہد میں درس حدیث کی اجازت نہیں تھی۔ متوکل نے تمام پابندی ختم کردی اور خلق قرآن کے قول کی ممانعت کردی۔

ابن کثیر دمشقی نے لکھا: (**وامتنـع من التحديث وكانت غلته من ملك له فـى كل شهر سبعة عشر درهمًا ينفقها علىٰ عياله ويتقنع بذلك رحمة اللّٰه صـابـرًا مـحتسبًا، ولم يزل كذلك مدة خلافة المعتصم وكذلك فى ايام ابـنـه مـحـمـد الـواثق، فلما وُلِّيَ المتوكلُ على اللّٰه الخلافة، استبشر الناس بـولايتـه، فانه كان محبًّا للسنة و اهلها، ورفع المحنة عن الناس وكتب الى الأفاق: "لايتكلم احد فى القول بخلق القراٰن"**)

(البدایۃ والنہایہ: جلد 10: ص 337 - مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) (معتصم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد) حدیث بیان کرنے (درس حدیث) سے روک دیئے گئے، اور آپ کی مملوکہ جائیداد سے آپ کا کرایہ ہر مہینہ سترہ درہم تھا۔ آپ اسے اپنی آل واولاد پر خرچ کرتے اور آپ صبر کرتے ہوئے اور کار ثواب سمجھتے ہوئے رب تعالیٰ کی اس رحمت پر قناعت اختیار فرماتے، اور معتصم کی مدت خلافت اور اسی طرح اس کے بیٹے واثق کے زمانے میں اسی طرح رہے، پھر جب متوکل علی اللہ خلافت کے والی مقرر ہوئے تو لوگ اس کی حکومت سے خوش ہوگئے، اس لیے کہ وہ سنت اور اہل سنت سے محبت کرنے والے تھے،

اور اس نے لوگوں سے محنت (خلق قرآن کے قول کی آزمائش) کو اٹھا دیا، اور ہر چہار جانب لکھ بھیجا کہ کوئی خلق قرآن کا قول نہ کرے۔

متوکل کے عہد میں ایام محنت کا خاتمہ

مامون نے سال ۲۱۸ھ میں خلق قرآن کی دعوت دی، اور اسی سال اس کی موت ہوگئی۔اس نے اپنے بھائی معتصم بن ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا اور معتزلی عقیدہ اختیار کرنے کی وصیت کی۔معتصم بن ہارون کی موت ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو ہوئی۔اس کے بعد اس کا بیٹا واثق بن معتصم خلیفہ ہوا۔واثق نے سال ۲۳۱ھ میں اپنے ہاتھ سے امام احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا، کیوں کہ یہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے، اور اسی طرح واثق نے ان حضرات کو قید خانے میں ڈال دیا جو خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق بن معتصم کی موت ہوئی، اور اس کے بعد متوکل بن معتصم خلیفۃ المسلمین کے منصب پر فائز ہوئے۔

متوکل نے اہل سنت و جماعت کے ساتھ کیے جانے والے مظالم کو ختم کر دیا۔سال ۲۱۸ھ سے سال ۲۳۲ھ تک یعنی قریباً چودہ سال تک اہل سنت و جماعت کے ساتھ سلاطین بنی عباس کے مظالم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا اور متوکل کے عہد میں یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

تین عباسی خلفا مذہب معتزلہ سے متأثر

خلفائے بنی عباس میں مامون بن ہارون رشید، معتصم بن ہارون رشید اور واثق بن معتصم بن ہارون نے اعتزال کی راہ اختیار کی۔بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م۲۱۸ھ) نے مامون کو گمراہ کیا۔قاضی احمد بن ابوداؤد ایادی معتزلی (م۲۴۰ھ) نے مامون، معتصم، واثق اور متوکل کا زمانہ پایا۔اس نے معتصم اور واثق کو گمراہ کیا اور متوکل کو گمراہ نہ کر سکا، بلکہ اس کے زمانے میں سال ۲۳۳ھ میں فالج زدہ ہوگیا۔یہ فالج ایسا سخت تھا کہ وہ پتھر کی طرح غیر متحرک بن کر رہ گیا۔

شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا: (وَفِيْهَا اَصَابَ اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ دَاوُدَ فَالِجٌ صَيَّرَهٗ حَجَرًا مُلْقٰى) (تاریخ الاسلام: ج17: ص11)

ترجمہ: سال ۲۳۳ھ میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی کو فالج لگا، جس نے اسے مصیبت زدہ پتھر بنا دیا۔

عہد خلافت عباسیہ میں معتزلہ کی فتنہ پروری

ہارون رشید کے عہد میں معتزلہ نے خلق قرآن کا عقیدہ اختیار کیا۔ چھ سلاطین بنی عباس کے عہد تک معتزلہ کی سازشیں جاری رہیں، پھر رفتہ رفتہ وہ صفحۂ ہستی سے غائب ہو گئے۔ چھ سلاطین عباسیہ کے عہد میں معتزلہ کے احوال وکوائف کا اجمالی بیان درج ذیل ہے۔

(1) ہارون رشید بن محمد مہدی بن منصور عباسی

(۱۴۹ھ-۱۹۳ھ-۷۶۶ء-۸۰۹ء)

مدت خلافت: ۱۵: ربیع الاول ۱۷۰ھ تا ۳: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ (تیئیس سال، چند ماہ)

ہارون رشید بن مہدی خلافت عباسیہ کے پانچویں خلیفہ تھے۔ ہارون رشید بن مہدی ۱۵: ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ ۳: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ کو مقام طوس کے سناباذ گاؤں میں ان کی وفات ہوئی، وہیں ان کی قبر ہے۔ ہارون رشید کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد امین بن ہارون رشید تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت

ہارون رشید کے عہد میں خلق قرآن کا مسئلہ ابتدائی مرحلے میں تھا۔ اسی عہد میں بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م ۲۱۸ھ) نے خلق قرآن کا عقیدہ اپنایا۔ ہارون رشید نے قسم کھائی تھی کہ اگر بشر بن غیاث مجھے مل جائے تو میں اسے قتل کر دوں گا، لیکن عہد ہارونی میں وہ روپوش رہا۔

(2) محمد امین: محمد بن ہارون رشید

(۱۷۰ھ-۱۹۸ھ-۷۸۷ء-۸۱۳ء)

مدت خلافت: ۱۴: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ تا ۴: صفر ۱۹۸ھ (قریباً نو سال)

ہارون رشید کے بعد ۱۴: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ کو امین بن ہارون رشید کی تخت نشینی ہوئی ۔ مامون رشید بن ہارون رشید کے حامیوں نے ۴: صفر ۱۹۸ھ کو امین بن ہارون رشید کو قتل کر دیا، اس کے بعد مامون رشید بادشاہ ہوا۔ امین اپنے اسلاف کے عقیدہ پر قائم رہے۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت

ہارون رشید کے عہد میں بشر بن غیاث چھپا رہا۔ امین کے عہد میں ظاہر ہوا۔ خلق قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دینا بھی شروع کیا، لیکن ابھی اس تحریک کو قوت فراہم نہ ہوئی تھی۔

(3) مامون رشید: ابو العباس عبد اللہ بن ہارون رشید

(۱۷۰ھ-۲۱۸ھ-۷۸۶ء-۸۳۳ء)

مدت خلافت: ۴: صفر ۱۹۸ھ تا ۱۷: رجب ۲۱۸ھ (بیس سال، چند ماہ)

مامون رشید اپنے بھائی امین بن ہارون رشید کے قتل کے بعد بادشاہ بنا۔ ۱۲: رجب ۲۱۸ھ کو مامون راہی ملک عدم ہوا۔ بذندون میں موت ہوئی اور طرطوس کے دار خاقان میں دفن ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا۔ مامون رشید کی موت معتزلہ مذہب پر ہوئی۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت

ہارون رشید کے عہد میں معتزلہ کا رہنما بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م ۲۱۸ھ) چھپا ہوا تھا۔ امین بن ہارون رشید کے عہد میں ظاہر ہوا۔ امین بن ہارون رشید اسلاف کرام کے مذہب پر قائم رہا۔ جب مامون خلیفہ بنا تو کسی طرح معتزلہ کی رسائی مامون رشید تک ہوگئی، اور مامون بھی معتزلی عقائد سے متأثر ہو گیا۔

سال ۲۱۸ھ میں جب وہ طرطوس میں تھا، اور رومیوں سے جنگ ہو رہی تھی، اسی

زمانے میں مامون رشید نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو خط لکھا کہ اکابر علما و محدثین کو خلق قرآن کے قول کی دعوت دو، پس اسحاق نے علما و محدثین کو بلا کر اس کا خط سنایا۔ اکثر حضرات نے خموشی اختیار کی، اور اجمالی جواب پر اکتفا کیا۔

اس سے متعلق مامون نے اسحاق بن ابراہیم کو چار خط لکھا۔ امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح جندیسا پوری خلق قرآن کا عقیدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر گئے اور انکار ہی پر قائم رہے۔ انجام کار اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد بن حنبل اور حضرت محمد بن نوح جندیسا پوری کو قید کر کے مامون رشید کے پاس بھیج دیا، ابھی یہ حضرات راستے ہی میں تھے کہ مامون کی موت ہوگئی۔ ۱۷: رجب ۲۱۸ھ کو مامون رشید راہی ملک عدم ہوا۔

(4) معتصم باللہ: ابواسحاق محمد بن ہارون رشید

(۱۷۹ھ-۲۲۷ھ-۷۹۵ء-۸۴۱ء)

مدت خلافت

۱۷: رجب ۲۱۸ھ تا ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ (آٹھ سال، آٹھ ماہ، آٹھ دن)

خلفائے بنی عباس میں سب سے پہلے معتصم نے اپنے نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام شامل کیا اور ''معتصم باللہ'' کا لقب اختیار کیا۔ مقام سامرا میں ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو موت ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ اخیر عمر تک معتزلہ کے مذہب پر قائم رہا۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت

مامون رشید کے بعد معتصم بن ہارون رشید تخت خلافت پر بیٹھا۔ محمد بن نوح جندیسا پوری راستے ہی میں واصل الی اللہ ہو گئے۔ اسی درمیان معتصم طرطوس سے بغداد واپس ہونے لگا۔ امام احمد بن حنبل کو بھی واپس بغداد لایا گیا۔ معتزلیوں کا ایک بڑا قائد احمد بن ابی داؤد، معتصم کی صحبت اختیار کر لیا، اور معاملہ پہلے سے زیادہ سنگین ہو گیا۔

امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو اڑتیس مہینے تک بغداد میں قید میں رکھا گیا، پھر معتصم کے دربار میں بلایا گیا۔ آپ کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ معتصم کی موجودگی میں معتزلہ سے آپ کا مناظرہ تین دنوں تک ہوتا رہا۔ ہمیشہ معتزلی مناظرین لاجواب اور مبہوت ہوجاتے۔

آخرکار معتزلیوں کے اکسانے پر معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ بے شمار کوڑے لگائے گئے، یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔ یہ سب کچھ ۲۵: رمضان ۲۲۱ھ کو ہوا۔ زدوکوب کے بعد معتصم نے آپ کو رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔ آپ کو گھر بھیج دیا گیا۔ گھر میں آپ کا علاج ہوا، بفضل الٰہی آپ شفایاب ہوگئے۔

(5) واثق باللہ: ابوجعفر ہارون بن معتصم باللہ بن ہارون رشید

(۲۰۰ھ-۲۳۲ھ-۸۱۵ء-۸۴۷ء)

مدت خلافت

۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ تا ۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ (پانچ سال، نوماہ، پانچ دن)

محمد معتصم باللہ بن ہارون کی موت ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ بن معتصم باللہ خلیفہ ہوا۔ ۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق بن معتصم کی موت ہوئی، اور اس کے بعد متوکل باللہ بن معتصم باللہ خلیفہ ہوئے۔ بعض روایتوں کے مطابق واثق باللہ اخیر عمر میں معتزلی مذہب سے تائب ہوگیا تھا۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت

مامون رشید اور معتصم باللہ کے عہد کی طرح واثق کے عہد میں بھی معتزلیوں کا زور برقرار رہا۔ واثق نے سال ۲۳۱ھ میں اپنے ہاتھ سے حضرت احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا، کیوں کہ یہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔ اسی طرح واثق نے ان حضرات کو قید خانے میں

ڈال دیا جو خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔

(6) متوکل علی اللہ: ابو الفضل جعفر بن محمد معتصم باللہ بن ہارون رشید

(۲۰۶ھ-۲۴۷ھ-۸۲۱ء-۸۶۱ء)

مدت خلافت

۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ تا ۴: شوال ۲۴۷ھ (چودہ سال، دس ماہ، تین دن)

واثق باللہ کی موت کے بعد متوکل خلیفہ ہوئے۔ متوکل کو اس کے بیٹے منتصر نے ۴: شوال ۲۴۷ھ کو قتل کر دیا۔ ان کے بعد ان کا بیٹا منتصر خلیفہ بنا۔ متوکل کو جعفریہ میں دفن کیا گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ: جلد 10: ص 349- مکتبۃ المعارف بیروت)

مذہب معتزلہ کی کیفیت

متوکل علی اللہ نے اہل سنت و جماعت پر کیے جانے والے مظالم کو ختم کر دیا۔ اس طرح سال ۲۱۸ھ سے سال ۲۳۲ھ تک یعنی قریباً چودہ (۱۴) سال تک اہل سنت و جماعت کے ساتھ خلفائے بنی عباس کے مظالم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا، اور متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ مظالم ختم ہوئے۔

علمائے اہل سنت و جماعت اور آزمائش

(1) ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا: (**وکان الذین ثبتوا علی الفتنة فلم یجیبوا بالکلیة اربعة، احمد بن حنبل وهورئیسهم ومحمد بن نوح بن میمون الجند یسابوری و مات فی الطریق ونعیم بن حماد الخزاعی وقد مات فی السجن، وابویعقوب البویطی وقد مات فی سجن الواثق علی القول بخلق القرآن وکان مثقلا بالحدید، واحمد بن نصر الخزاعی و قد ذکرنا کیفیة مقتله**)

(البدایۃ والنہایہ: ج10: ص335-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: جولوگ فتنہ معتزلہ کے سلسلے میں ثابت قدم رہے، اور بالکل (خلق قرآن کے قول کو) قبول نہ کیے، وہ چار حضرات ہیں:

(۱) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)، اور وہ ان حضرات کے سردار ہیں۔

(۲) اور محمد بن نوح بن میمون جندیساپوری (م۲۱۸ھ)، اور یہ (قید میں بغداد آتے ہوئے) راستے میں وفات پا گئے۔

(۳) اور نعیم بن حماد خزاعی (م۲۲۹ھ)، اور یہ قید خانے میں واصل الی اللہ ہوئے۔

(۴) اور ابو یعقوب بویطی، اور یہ خلق قرآن کے قول پر واثق کے قید خانے میں وفات پائے، اور یہ بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔

(۵) اور احمد بن نصر خزاعی (م۲۳۱ھ)، اور ان کے قتل کی کیفیت میں نے بیان کر دی۔

مذکورہ بالا چار حضرات کے علاوہ بھی بہت سے علما گرفتار ہوئے، بعض کسی طرح رہائی پائے، اور بعض قید خانے میں واصل الی اللہ ہوئے۔ خلیفہ کی جانب سے صرف اکابرین اہل سنت کی گرفتاری ہوئی تھی۔ اقتباس بالا میں بھی پانچ شخصیات کا ذکر ہے۔

(2) ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا: (**والبویطی صاحب الشافعی مات فی السجن مقیدًا علی القول بخلق القراٰن فامتنع من ذلک**)

(البدایۃ والنہایہ: جلد10: ص308-مکتبۃ المعارف بیروت)

ترجمہ: امام شافعی کے شاگرد امام بویطی بغدادی (م۲۳۲ھ) خلق قرآن کے قول پر مقید ہو کر قید خانے میں وفات پائے۔ وہ اس قول سے باز رہے۔ (انکار کیے)

(3) حافظ حسن بن صباح بغدادی (م۲۴۹ھ) نے اپنے بارے میں فرمایا:

(**حملت فی المحنۃ الی الروم**) (تذکرۃ الحفاظ للذہبی: جلد2: ص48)

ترجمہ: ایام محنت میں مجھے ملک روم لے جایا گیا۔

(4) امام ابو یوسف کے شاگرد قاضی بغداد ابوالولید بشر بن ولید کندی (م ۲۳۸ھ) کو اس کے گھر میں مقید کر کے سپاہی متعین کر دیئے گئے، پھر جب متوکل خلیفہ ہوئے تو اہل سنت پر سے پابندیاں ختم ہوئیں، اور اہل سنت و جماعت خوش ہو گئے۔

(5) شمس الدین ذہبی نے لکھا: **(قال محمد بن سعد العوفی: روی بشر بن الولید الکندی عن ابی یوسف کتبه وولی قضاء بغداد فی الجانبین فسعٰی به رجل الی الدولة وقال: انه لایقول بخلق القراٰن فامربه المعتصم ان یحبس فی داره و وَکّلَ ببابه، فلما استخلف المؤکل، امر باطلاقه)**

(سیر اعلام النبلا: جلد 20: ص 190 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: بشر بن ولید کندی نے امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ والرضوان سے ان کی کتابیں روایت کیں، اور بغداد کے جانبین (دونوں حصہ) کے قاضی ہوئے تو ایک آدمی نے ان کے بارے میں حکومت کے پاس شکایت کی اور کہا کہ وہ خلق قرآن کے قائل نہیں ہیں، پس معتصم نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں ان کے گھر میں قید کر دیا جائے، اور اس کے دروازہ پر سپاہی متعین کر دیا، پھر جب متوکل خلیفہ ہوا تو ان کی آزادی کا حکم دیا۔

مذکورہ احوال علمائے کرام سے متعلق ہیں۔ خلفائے بنی عباس کے حکم سے چودہ سال تک علمائے اہل سنت کو قتل وقید کیا جاتا رہا، پھر بھی لوگ مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔ آخر کار متوکل کے عہد میں آزمائش کا عہد انجام کو پہنچا۔ اکابرین علمائے کرام کی آزمائش کی جاتی تھی، تاکہ ان کے سبب عام مسلمان بھی معتزلی مذہب کی طرف آ جائیں۔ علمائے اسلام نے اپنی جانوں کی قربانیاں دیں، قید وبند کی مشقت برداشت کیں، لیکن گمرہی کو قبول نہ فرمایا۔ اس طرح عام مسلمان مذہب حق پر ہی قائم رہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم:: وآلہ العظیم

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وجنودہ

کفر کے اقسام اور ''من شک'' کا استعمال

کفر کی دو قسمیں ہیں: کفر متعین اور کفر محتمل۔کفر متعین کا نام کفر کلامی ہے۔اس کو کفر التزامی بھی کہا جاتا ہے۔کفر محتمل کا نام کفر فقہی ہے۔اس کو کفر لزومی بھی کہا جاتا ہے۔

کفر فقہی یعنی کفر لزومی کی تین قسمیں ہیں: کفر فقہی قطعی، کفر فقہی ظنی، کفر محتمل۔

اسلاف کرام کی کتابوں میں کفر فقہی کی تینوں قسموں کے احکام مرقوم ہیں۔

(1) ضروری دینی کا مفسر انکار کفر کلامی ہے۔اس کو کفر متعین اور کفر التزامی بھی کہا جاتا ہے۔ایسے کافر کے لیے ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا استعمال ہوتا ہے۔

بلفظ دیگر: ضروری دینی کا قطعی بالمعنی الاخص انکار ہو۔عدم انکار کا احتمال بلا دلیل (احتمال بعید) بھی نہ ہو تو یہ کفر کلامی ہے۔متکلمین وفقہا ایسے منکر کو کافر مانتے ہیں۔

کفر کلامی میں اجتہاد واختلاف جائز نہیں۔یہ کفر قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

(2) ضروری دینی کا بطریق نص انکار کفر فقہی قطعی ہے۔اس کو کفر متبین کہا جاتا ہے۔

فقہائے کرام کی اصطلاح میں کفر فقہی قطعی، کفر التزامی ہے۔فقہائے کرام ایسے کافر کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال کرتے ہیں۔

بلفظ دیگر: ضروری دینی کا قطعی بالمعنی الاعم انکار ہو۔عدم انکار کا احتمال بلا دلیل (احتمال بعید) موجود ہو تو یہ کفر فقہی قطعی ہے۔فقہا ایسے منکر کو کافر فقہی کہتے ہیں۔متکلمین اس کفر فقہی قطعی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں اور مجرم کو گمراہ کہتے ہیں۔یہ محض اصطلاح وتعبیر کا فرق ہے۔معنوی فرق نہیں۔فقہا کافر فقہی کے لیے کافر کلامی کا حکم ثابت نہیں مانتے۔

کفر فقہی قطعی میں اجتہاد واختلاف جائز نہیں۔ یہ کفر قطعی بالمعنی الاعم ہے۔

حنفی اصول فقہ میں نص وظاہر دونوں قطعی بالمعنی الاعم ہیں۔ کسی ضروری دینی کا بطور ظاہر بھی انکار ہو تو کفر فقہی قطعی ہوگا۔ اس کا شمار بھی کفر متبین میں ہوگا: واللہ تعالیٰ اعلم

(3) ضروری دینی کا ظنی انکار کفر فقہی ظنی ہے۔ اس میں فقہا کا اختلاف ہوتا ہے۔ اس میں کفر راجح ہوتا ہے، اور عدم کفر مرجوح ہوتا ہے۔ جن فقہا کے یہاں عدم کفر راجح ہوتا ہے، وہ اسے کفر نہیں مانتے ہیں۔ اس کفر میں اجتہاد جائز ہے، اسی لیے اس میں فقہائے کرام کا باہمی اختلاف بھی ہوتا ہے۔ یہ فقہا کے یہاں بھی کفر لزومی ہے۔

کفر فقہی ظنی کی جو صورت مذاہب اربعہ کے فقہائے کرام کے یہاں اجماعی ہو، اس میں اجتہاد واختلاف جائز نہیں۔ متکلمین اس اجماعی کفر فقہی ظنی کو بدعت وضلالت کہتے ہیں۔

(4) کسی کلام میں کفر مرجوح ہو۔ عدم کفر راجح ہو تو اسے اصطلاح میں کفر احتمالی کہا جاتا ہے۔ احتمال جس قدر ضعیف ومرجوح ہوگا، اسی قدر حکم میں تخفیف ہوگی۔

کبھی حرمت وعدم جواز کا حکم ہوگا۔ کبھی اسائت وخلاف اولیٰ کا حکم ہوگا۔ کفر فقہی کی تینوں قسمیں کفر محتمل ہی ہیں، لیکن اصطلاح میں اسی آخری قسم کو کفر احتمالی کہا جاتا ہے۔

کفر قطعی میں ''من شک'' کا استعمال

کفر کی پہلی دو قسم کفر قطعی ہے۔ تیسری قسم کفر ظنی ہے، اور چوتھی قسم کفر احتمالی ہے۔

کفر کی پہلی دونوں قسم یعنی کفر کلامی اور کفر فقہی قطعی میں ''من شک'' کا اصول استعمال ہوتا ہے۔ یہ دونوں کفر قطعی ہیں۔ کفر کلامی کا مرتکب مذہب اسلام سے من کل الوجوہ خارج ہوتا ہے۔ کفر فقہی قطعی کے مجرم کا اسلام سے ضعیف سا تعلق رہتا ہے، وہ قریب الخروج ہوتا ہے۔

کفر فقہی ظنی میں ''من شک'' کا استعمال نظر نہیں آیا۔ چوتھی قسم یعنی کفر احتمالی میں حکم کفر نہیں ہوتا ہے، بلکہ حرمت وغیرہ کا حکم ہوتا ہے۔ اس میں احتمال کفر مرجوح ہوتا ہے۔

اسماعیل دہلوی کا کفر فقہی قطعی یا ظنی؟

اسماعیل دہلوی کے بہت سے اقوال میں کفر فقہی قطعی پایا جاتا ہے۔تنقیص نبوی کے سبب تحقیق الفتویٰ میں اس کی تکفیر فقہی ہوئی۔تقویت الایمان بحث شفاعت کی عبارتوں میں تنقیص نبوی صریح متبین کے درجہ میں ہے،صریح متعین نہیں۔صریح متبین کفریہ کلام کے سبب تکفیر فقہی قطعی ہوگی،تکفیر کلامی نہیں ہوگی۔کفر فقہی کے قطعی ہونے کے سبب دہلوی کی تکفیر فقہی میں علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے ''من شک'' کا اصول استعمال فرمایا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے الکوکبۃ الشہابیہ وسل السیوف الہندیہ میں اسماعیل دہلوی کے کفریات فقہیہ کو مذہب فقہا کے مطابق کفر قطعی ویقینی واجماعی والتزامی بتایا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے ایک دیوبندی سائل نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ آپ اسماعیل دہلوی کے کفریات کو قطعی ویقینی واجماعی والتزامی بھی بتاتے ہیں اوراس کی تکفیر بھی نہیں کرتے۔اس قسم کے سوالوں کے جوابات ''الموت الاحمر'' میں بالتفصیل مرقوم ہے۔

سائل نے الکوکبۃ الشہابیہ اور اسماعیل دہلوی سے متعلق لکھا: ''وہ مضمون جس نے طبعیت کو متوحش بنادیا، یہ ہے، آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کو جھوٹا کہے، اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب وشتم دے، وہ شخص باجماع امت کافر اور مرتد اور بددین ہے، اور جمیع فقہائے کرام کا یہی مذہب ہے، اور جو اس کے کافر کہنے سے زبان روکے، یاشک کرے، وہ بھی کافر ہے۔

اور یہ بھی آپ کو یقیناً معلوم ہے کہ اس شخص نے ضرور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو گالیاں دیں، چناں چہ آپ مکرر قسمیں کھا کھا کر اپنے کلام کو مؤکد فرمارہے ہیں۔حضور پھر بھی کف لسان کرتے ہیں، اور اس کے کافر کہنے سے زبان کو روکتے ہیں۔اب فرمایئے، آپ کیا ہوئے:نعوذ باللہ من ہذہ الفواحش، اور یہی آپ کا مختار اور مرضی اور مفتی بہ ہے، اور

اسی پر حضور کا فتویٰ ہے'' ۔(الموت الاحمر:ص 7-8: جامعۃ الرضا بریلی شریف)

عہد حاضر میں مذبذبین بھی اسی قسم کے اعتراض کرتے ہیں ۔الموت الاحمر میں اس قسم کے سوالوں کے جوابات مرقوم ہیں ۔اگر وہ رسالہ مذکورہ کو بغور پڑھ لیں تو امید کہ بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں ۔الموت الاحمر کا سائل بھی منقولہ بالا اقتباس میں کہہ رہا ہے کہ:

''جو اس کے کافر کہنے سے زبان روکے ، یا شک کرے ، وہ بھی کافر ہے'' ۔

یعنی اسماعیل دہلوی کو کافر نہ کہنے والا یا اس کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے ۔ یہ بات علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں کہی تھی ۔

اس کے بعد سائل امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے دریافت کرتا ہے کہ آپ اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کرتے ہیں تو آپ کا کیا حکم ہوگا ۔سائل کے الفاظ درج ذیل ہیں:

حضور پھر بھی کف لسان کرتے ہیں ، اور اس کے کافر کہنے سے زبان کو روکتے ہیں ۔اب فرمایئے ، آپ کیا ہوئے :نعوذ باللہ من ہذہ الفواحش ، اور یہی آپ کا مختار اور مرضی اور مفتی بہ ہے اور اسی پر حضور کا فتویٰ ہے'' ۔(الموت الاحمر:ص 8 - جامعۃ الرضا بریلی شریف)

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے ''الموت الاحمر'' بحث ثالث میں تفصیلی جواب رقم فرمایا ہے ۔خلاصہ یہ ہے کہ باب تکفیر میں دو مذہب ہے: مذہب متکلمین و مذہب فقہا ۔

دونوں کے مستقل وجداگانہ اصول وضوابط ہیں ۔ ہر ایک طبقہ اپنے اصول کے مطابق ملزم کی تکفیر کرتا ہے اور اپنے قوانین کے مطابق ''من شک'' کا بھی استعمال کرتا ہے ۔

متکلمین جس کی تکفیر کرتے ہیں ، اس کو کافر کلامی کہا جاتا ہے ۔کافر کلامی من کل الوجوہ کافر کلامی ہوتا ہے ۔فقہائے کرام پر بھی لازم ہے کہ اس کو کافر مانیں ، ورنہ حکم شرعی عائد ہوگا ۔

فقہا جس کی تکفیر کرتے ہیں ، اس کو کافر فقہی کہا جاتا ہے ۔متکلمین کافر فقہی کا لقب بدل کر اس کو گمراہ کہتے ہیں ۔ یہ محض تعبیر واصطلاح کا اختلاف ہے: ولا مناقشۃ فی الاصطلاح ۔

الحمد للہ رب العلمین: والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین :: وآلہ واصحابہ اجمعین

مؤلف کے فقہی وکلامی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کارد)

(3)ضروریات دین کی تعریفات(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اعلامیہ(1443-2021)(امت مسلمہ کے نام ہدایت نامہ)

(7)معبودان کفار اور شرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام)

(8)مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:''اہل قبلہ کی تکفیر''پر معروضات)

(11)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر اول)

(12)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر دوم)

(13)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر سوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے(دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام(کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات(عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)

(17)ہندو دھرم اور پیغمبر واوتار(مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18)ظلم وستم اور حفاظتی تدابیر (بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19)تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت (دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20)حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ! (تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21)وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)

(22)گمراہ محض کا ذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23)بدمذہبوں سے نکاح خوانی کے شرعی مفاسد (متعدد مفاسد کا بیان)

(24)باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25)مشکوک ویڈیوز سے پرہیز لازم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26)جدید عقائد ونظریات (قادیانیوں ودیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کا رد)

(27)حق پرستی اور نفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کا رد وابطال)

(28)وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں ودیوبندیوں کو زکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(29)جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطوں کے جوابات)

(30)علامہ عبد الباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)

(31)بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(32)کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر (قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(33)سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث: مسودہ)

(34)سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کا رد وابطال)

(35)تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین)

(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین)

(4) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(5) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(6) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(7) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا ردوابطال)

(8) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموت (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(9) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(10) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(11) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(12) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(13) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(14) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(15) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(16) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(17) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)

(18) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلی حضرت ایجو کیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی
(توپسیا: کلکتہ)